بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم — وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

The Weekly BADR Qadian

جلد 46

شمارہ نمبر: 30

ایڈیٹر
منیر احمد خادم
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
منصور احمد

Postal Registration No:p/GDP-23

شرح چندہ
سالانہ 150 روپے
بیرونی ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک 20 پونڈ یا 40 ڈالر امریکن۔ بذریعہ بحری ڈاک 10 پونڈ یا 20 ڈالر امریکن

18 ربیع الاول 1418 ہجری 24 وفا 1376 ہش 24 جولائی 1997ء

اخبار احمدیہ

لندن۔ ۱۱؍ جولائی (مسلم ٹیلیویژن احمدیہ انٹرنیشنل) سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خیر و عافیت سے ہیں اور ان دنوں جلسہ سالانہ برطانیہ کی آمد قریب تر ہونے کی وجہ سے اہم دینی امور کی انجام دہی میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ پیارے آقا کی صحت و سلامتی درازی عمر اور مقاصد عالیہ میں معجزانہ کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے احباب کرام دعائیں کرتے رہیں۔ اللھم اید امامنا بروح القدس وبارك لنا فی عمرہ وامرہ

میری جماعت خدا کے آسمانی نشان دیکھ کر ایمان اور نیک عملوں میں ترقی کرے

ارشاداتِ عالیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

یاد رہے کہ یہ اشتہار محض اس غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ تا میری جماعت خدا کے آسمانی نشان دیکھ کر ایمان اور نیک عملوں میں ترقی کرے اور ان کو معلوم ہو کہ وہ ایک صادق کا دامن پکڑ رہے ہیں نہ کاذب کا اور تا وہ راست بازی کے تمام کاموں میں آگے بڑھیں اور اُن کا پاک نمونہ دنیا میں چمکے۔ ان دنوں میں وہ چاروں طرف سے سُن رہے ہیں کہ ہر ایک طرف سے مجھ پر حملے ہوتے ہیں اور نہایت اصرار سے مجھ کو کافر اور دجال اور کذّاب کہا جاتا ہے اور قتل کرنے کے لئے فتوے لکھے جاتے ہیں۔ پس ان کو چاہئے کہ صبر کریں اور گالیوں کا گالیوں کے ساتھ ہرگز جواب نہ دیں اور اپنا نمونہ اچھا دکھاویں۔ کیونکہ اگر وہ بھی ایسی ہی درندگی ظاہر کریں جیسا کہ اُن کے مقابل پر کی جاتی ہے تو پھر ان میں اور دوسروں میں کیا فرق ہے۔ اس لئے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ ہرگز اپنا اجر پا نہیں سکتے جب تک صبر اور تقویٰ اور عفو اور درگذر کی خصلت سب سے زیادہ اُن میں نہ پائی جائے۔ اگر مجھے گالیاں دی جاتی ہیں تو کیا یہ نئی بات ہے؟ کیا اس سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کو ایسا ہی نہیں کہا گیا؟ اگر مجھ پر بہتان لگائے جاتے ہیں تو کیا اس سے پہلے خدا کے رسولوں اور راستبازوں پر الزام نہیں لگائے گئے؟ کیا حضرت موسیٰؑ پر یہ اعتراض نہیں ہوئے کہ اُس نے دھوکہ دے کر ناحق مصریوں کا مال کھایا اور جھوٹ بولا کہ ہم عبادت کے لئے جاتے ہیں اور جلد واپس آئیں گے اور عہد توڑا اور کئی شیر خوار بچوں کو قتل کیا۔ اور کیا حضرت داؤد کی نسبت نہیں کہا گیا کہ اس نے ایک بیگانہ کی عورت سے بدکاری کی اور فریب سے اوریانام۔ ایک سپہ سالار کو قتل کرادیا اور بیت المال میں ناجائز دست اندازی کی؟ اور کیا ہارونؑ کی نسبت یہ اعتراض نہیں کیا گیا کہ اس نے گوسالہ پرستی کرائی؟ اور کیا یہودی اب تک نہیں کہتے کہ یسوع مسیح نے دعویٰ کیا تھا کہ میں داؤد کا تخت قائم کرنے آیا ہوں اور یسوع کے اس لفظ سے بجز اس کے کیا مراد تھی کہ اس نے اپنے بادشاہ ہونے کی پیشگوئی کی تھی جو پوری نہ ہوئی؟ اور کیونکر ممکن ہے کہ صادق کی پیشگوئی جھوٹی نکلے۔ یہودی یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ مسیح نے کہا تھا کہ ابھی بعض لوگ زندہ موجود ہوں گے کہ میں واپس آؤں گا مگر یہ پیشگوئی بھی جھوٹی ثابت ہوئی اور وہ اب تک واپس نہیں آیا۔ ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض امور پر جاہلوں کے اعتراض ہیں جیسا کہ حدیبیہ کے واقعہ پر بعض نادان مرتد ہو گئے تھے۔ اور کیا اب تک پادریوں اور آریوں کی قلموں سے وہ تمام جھوٹے الزام ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت شائع نہیں ہوتے جو مجھ پر لگائے جاتے ہیں۔ غرض مخالفوں کا کوئی بھی میرے پر ایسا اعتراض نہیں جو مجھ سے پہلے خدا کے نبیوں پر نہیں کیا گیا۔ اس لئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ جب تم ایسی گالیاں اور ایسے اعتراض سنو تو غمگین اور دلگیر مت ہو کیونکہ تم سے اور مجھ سے پہلے خدا کے پاک نبیوں کی نسبت یہی لفظ بولے گئے ہیں۔ سو ضرور تھا کہ خدا کی وہ تمام سنتیں اور عادتیں جو نبیوں کی نسبت وقوع میں آچکی ہیں ہم میں پوری ہوں۔ ہاں یہ درست بات ہے اور یہ ہمارا حق ہے کہ جو خدا نے ہمیں عطا کیا ہے جب کہ ہم دُکھ دیئے جائیں اور ستائے جائیں اور ہمارا صدق لوگوں پر مشتبہ ہو جائے اور ہماری راہ کے آگے صدہا اعتراضات کے پتھر پڑ جائیں تو ہم اپنے خدا کے آگے روئیں اور اس کی جناب میں تضرعات کریں اور اس کے نام کی زمین پر تقدیس چاہیں اور اس سے کوئی ایسا نشان مانگیں جس کی طرف حق پسندوں کی گردنیں جھک جائیں۔ سو اسی بناء پر میں نے یہ دُعا کی ہے۔ مجھے بارہا خدا تعالیٰ مخاطب کر کے فرما چکا ہے کہ جب تو دُعا کرے تو میں تیری سنوں گا۔ سو میں نوح نبی کی طرح دونوں ہاتھ پھیلاتا ہوں اور کہتا ہوں رب انی مغلوب مگر بغیر فانتصر کے۔ اور میری رُوح دیکھ رہی ہے کہ خدا میری سُنے گا اور میرے لئے ضرور کوئی ایسا رحمت اور امن کا نشان ظاہر کر دے گا کہ جو میری سچائی پر گواہ ہو جائے گا۔ میں اس وقت کسی دوسرے کو مقابلہ کے لئے نہیں بلاتا اور نہ کسی شخص کے ظلم اور جور کا جناب الٰہی میں اپیل کرتا ہوں بلکہ جیسا کہ میں تمام ان لوگوں کے لئے بھیجا گیا ہوں جو زمین پر رہتے ہیں خواہ وہ ایشیا کے رہنے والے ہیں اور خواہ یورپ کے اور خواہ امریکہ کے۔ ایسا ہی میں عام اغراض کی بناء پر بغیر اس کے کہ کسی زید یا بکر کا میرے دل میں تصور ہو خدا تعالیٰ سے ایک آسمانی شہادت چاہتا ہوں جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔ اور میں جانتا ہوں کہ اگر میں اس کی نظر میں صادق نہیں ہوں تو اس تین برس کے عرصہ تک جو ۱۹۰۲ء تک ختم ہوں گے میری تائید میں ایک ادنیٰ قسم کا نشان بھی ظاہر نہیں ہوگا اور اس طرح پر میرا کذب ظاہر ہو جائے گا اور لوگ میرے ہاتھ سے مخلصی پائیں گے۔ اور اگر اس مدت تک میرا صدق ظاہر ہو جائے جیسا کہ مجھے یقین ہے تو بہت سے پردے جو دلوں پر ہیں اُٹھ جائیں گے میری یہ دُعا بدعت نہیں ہے بلکہ ایسی دُعا کرنا اسلام کی عبادات میں سے ہے جو نمازوں میں ہمیشہ پنج وقت مانگی جاتی ہے کیونکہ ہم نماز میں یہ دُعا کرتے ہیں کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔ اس سے یہی مطلب ہے کہ خدا سے ہم اپنی ترقی ایمان اور بنی نوع کی بھلائی کے لئے چار قسم کے نشان چار کمال کے رنگ میں چاہتے ہیں۔ نبیوں کا کمال، صدیقوں کا کمال، شہیدوں کا کمال، صلحاء کا کمال۔ سو نبی کا خاص کمال یہ ہے کہ خدا سے ایسا علم غیب پاوے جو بطور نشان کے ہو۔ اور صدیق کا کمال یہ ہے کہ صدق کے خزانہ پر ایسے کامل طور پر قبضہ کرے یعنی ایسے اکمل طور پر کتاب اللہ کی سچائیاں اُس کو معلوم ہو جائیں کہ وہ بوجہ خارق عادت ہونے کے نشان کی صورت پر ہوں اور اس صدیق کے صدق پر گواہی دیں۔ اور شہید کا کمال یہ ہے کہ مصیبتوں اور دُکھوں اور ابتلاؤں کے وقت میں ایسی قوت ایمانی اور قوت اخلاقی اور ثابت قدمی دکھلاوے کہ جو خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان کے ہو جائے۔ اور مرد صالح کا کمال یہ ہے کہ ایسا ہر ایک قسم کے فساد سے دُور ہو جائے اور مجسم صلاح بن جائے کہ وہ کامل صلاحیت اس کی خارق عادت ہونے کی وجہ سے بطور نشان مانی جائے۔ سو یہ چاروں قسم کے کمال جو ہم پانچ وقت خدا تعالیٰ سے نماز میں مانگتے ہیں یہ دوسرے لفظوں میں ہم خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان طلب کرتے ہیں اور جس میں یہ طلب نہیں اس میں ایمان بھی نہیں۔ ہماری نماز کی حقیقت یہی طلب ہے جو ہم چار رنگوں میں پنج وقت خدا تعالیٰ سے چار نشان مانگتے ہیں اور اس طرح پر زمین پر خدا تعالیٰ کی تقدیس چاہتے ہیں تا ہماری زندگی انکار اور شک اور غفلت کی زندگی ہو کر زمین کو پلید نہ کرے۔ اور ہر ایک شخص خدا تعالیٰ کی تقدیس تبھی کر سکتا ہے کہ جب وہ یہ چاروں قسم کے نشان خدا تعالیٰ سے مانگتا رہے۔ حضرت مسیح نے بھی مختصر لفظوں میں یہی سکھایا تھا۔ دیکھو متی باب ۸ آیت ۹۔ پس تم اسی طرح دُعا مانگو کہ اے ہمارے باپ جو آسمان پر ہے تیرے نام کی تقدیس ہو۔ والسلام

(مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء)

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ ۱۷۹ تا ۱۸۲)

جلسہ سالانہ کی عظمت و اہمیت کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات

لازم ہے کہ اس جلسہ پر جو کئی بابرکت مصالح پر مشتمل ہے ہر ایک ایسے صاحب ضرور تشریف لائیں جو زاد راہ کی استطاعت رکھتے ہوں اور اپنا سرمائی بستر لحاف وغیرہ بھی بقدر ضرورت ساتھ لاویں اور اللہ اور اس کے رسول کی راہ میں ادنیٰ ادنیٰ حرجوں کی پرواہ نہ کریں خدا تعالیٰ مخلصوں کو ہر قدم پر ثواب دیتا ہے اور اس کی راہ میں کوئی صعوبت ضائع نہیں جاتی۔

اور مکرر لکھا جاتا ہے کہ اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمۂ اسلام پر بنیاد ہے اس کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔

بالآخر میں دعا کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب جو اس للہی جلسہ کیلئے سفر اختیار کریں خدا تعالیٰ ان کے ساتھ ہو اور ان کو اجر عظیم بخشے اور ان پر رحم کرے اور ان کی مشکلات اور اضطراب کے حالات ان پر آسان کر دے اور ان کے ہم و غم دور فرمائے اور ان کو ہر ایک تکلیف سے مخلصی عنایت کرے اور ان کی مرادات کی راہ ان پر کھول دے اور روز آخرت میں اپنے ان بندوں کے ساتھ ان کو اٹھاوے جن پر اس کا فضل اور رحم ہے اور تا اختتام سفر ان کے بعد ان کا خلیفہ ہو۔

اے خدا اے ذوالمجد والعطاء اور رحیم اور مشکل کشا! یہ تمام دعائیں قبول کر اور ہمیں ہمارے مخالفوں پر روشن نشانوں کے ساتھ غلبہ عطا فرما۔ ہر ایک قوت اور ہر ایک طاقت تجھ ہی کو ہے۔ آمین ثم آمین۔

منیر احمد حافظ آبادی ایم۔اے پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان:

مجلس سوال وجواب

۳۰/ جنوری ۹۷ء کو منعقد ہونے والی مجلس سوال وجواب کی مکمل روداد ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل ۹ تا ۱۵ مئی ۹۷ء میں شائع ہوئی ہے جسے مکرم یوسف سلیم ملک صاحب نے کیسٹ سے مرتب کیا ہے۔ ملاقات کی یہ مجلس چونکہ نئے سال کی پہلی مجلس تھی اس پروگرام میں شریک ہونے والوں اور ناظرین کی طرف سے سیدنا خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کی خدمت میں مبارکباد پیش کی گئی اس کے بعد سوال وجواب کا دلچسپ سلسلہ شروع ہوا جسے الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے۔(ادارہ)

لیکھرام کی ہلاکت کا عظیم الشان نشان

سو سال قبل ۱۸۹۷ء میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لیکھو کے مرنے کا ایک عظیم الشان نشان دکھایا تھا۔ ہندو قوم کے لئے یہ ایک عبرتناک نشان تھا لیکن بت پرستی جو ہے وہ ابھی تک بہت مضبوط نظر آتی ہے۔ اس قوم نے یا اس مذہب نے اس نشان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا۔ حضور انور سے اس بارہ میں ہم یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ بت پرستی کا انجام ہم کب دیکھیں گے۔

حضور ایدہ اللہ نے فرمایا پہلی بات یاد رکھیں کہ لیکھو کے نشان کا بت پرستی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ آریہ ورت کے ماننے والے توحید کے دعویدار تھے اور لیکھو ان کا پہلوان بنا ہوا تھا۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ آریہ ورت نے توحید کی جو تعلیم دی ہے وہ اسلام سے زیادہ شاندار اور روشن ہے اور یہ بھی کہ آریہ ورت کا فلسفہ، حکمت اور سائنسی حقائق پر مبنی ہے اور قرآن کریم میں نعوذ باللہ من ذالک فرسودہ باتیں اور قصے کہانیاں ہیں۔ صرف توحید کا ایک مضمون ہے جو مشترک ہے باقی باتوں میں دیانند کی جو تعلیم ہے اور آریہ ورت کی جو عقل اور فطری روشنی ہے یہ ساری ویدوں کی مرہون منت ہے۔ پس آریہ جدید کو ایک بہت ہی قدیم سے جوڑتے تھے اور بیچ میں قرآن کریم کی تعلیم کو جو مقابلۃً بالکل نئی تھی فرسودہ تعلیم قرار دیتے تھے۔ یہ تھا آریوں کے دعاوی کا خلاصہ اور جنگ کے داؤ پیچ جو انہوں نے اختیار کئے ہوئے تھے۔

لیکھرام کی بدزبانی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس طرح آریوں کو رگیدا ہے اور بہت زور سے پچھاڑا ہے چیلنج دے دے کر، اس کے گہرے زخم ان پر لگے جس کے نتیجہ میں لیکھرام بدتمیزی میں بہت بڑھ گیا اور تمسخر شروع کر دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چیلنج بھی دیا کہ تم جس رسول کے پیروکار ہونے کے دعویدار ہو اور اس پر فخر کرتے ہو اس کے متعلق گستاخی کرتا ہوں تم میرا کیا کر سکتے ہو۔ بدتمیزی کروں گا اور تمہارے متعلق بھی اور تم بھی اپنے خدا کو بلاؤ، میں بھی بلاتا ہوں اور پھر دونوں اپنا الہامی مقابلہ دنیا کے سامنے پیش کریں اور نشر کریں۔ چونکہ لیکھرام کی بدگوئی اور بدتمیزی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تھی اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے نتیجہ میں دعا کی ہے اور اس پر آپ کو رؤیا میں وہ فرشتہ دکھایا گیا جو سرخ آنکھوں والا اور لیکھرام کا پتہ پوچھ رہا تھا اور خنجر کے ساتھ اس کو ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اور پھر ساتھ عید والا الہام "ستعرف یوم العید والعید اقرب" کہ تو عید والے دن اس بات کو جان لے گا اور عید قریب تر ہے یعنی عید سے ملے ہوئے دن کو یہ یہ نشان ظاہر ہوگا اور آپ نے اس کی مدت گنتی کے چھ سال لکھی تھی کہ اس عرصہ میں یہ نشان ظاہر ہو جائے گا۔ اس کے مقابلہ پر لیکھرام نے جو پیشگوئی کی اس میں تین سال کی مدت معین کی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ چھ سال کا لمبا عرصہ ہے وہ تین سال کا توڑ تھا اور اس کی نامرادی کو اس پر ظاہر کرنا اور سو فیصد ثابت کرنا پیش نظر تھا۔ ورنہ عموماً اتنے لمبے عرصے کی دور کی خبر عجیب لگتی ہے اور یہ واقعہ حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش سے پہلے ہوا۔ یہ جو مباہلہ ہوا ہے یہ دراصل حضرت مصلح موعودؓ کی پیدائش سے پہلے کا ہے اور وہ جو چھ سال کا وقت مقرر ہوا ہے یہ بعد میں ہوا ہو گا۔ حضرت مصلح موعود کی پیدائش ۱۸۸۹ء کی تھی۔ اس سے پہلے لیکھرام نے اپنا وہ دعویٰ شائع کر دیا اس لئے مجھے یقین ہے کہ وہ مصلح موعود کی پیدائش سے پہلے کا ہے کیونکہ وہ کہتا ہے کہ انہوں نے جو الہام بتایا ہے کہ خدا مجھے ایک بیٹا دے گا جو دنیا میں شہرت پائے گا اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا لیکن لیکھرام کہتا ہے مجھے میرے خدا نے مطلع کیا ہے کہ سب جھوٹ ہے، شیطانی توہمات کا ایک پلندہ ہے اور کچھ بھی پیدا نہیں ہوگا۔ اگر پیدا ہوا تو گویا وہ ایک لوتھڑا ہوگا اس میں کوئی جان نہیں ہوگی اور چند دن کے اندر اندر وہ ذلت کی موت مر جائے گا اور تین سال کے اندر اندر قادیان سے مرزا اور اس کے پیروکاروں کا نشان مٹا دیا جائے گا اور یہ جو کہا گیا ہے کہ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا، کناروں تک تو کیا قادیان میں ہی اس کی شہرت دفن ہو کر ختم ہو جائے گی۔ پس لیکھرام کی یہ جو پیشگوئی ہے یہ لازمی طور پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے بعد اور مصلح موعود کی پیدائش سے پہلے ہوئی ہے۔

میں نے ایک دفعہ اس پیشگوئی کو سارٹ آؤٹ کیا تھا اور اس کے جو چھ سال کا عرصہ ہے وہ اتنا قطعی اور یقینی بنتا ہے کہ کسی دشمن نے بھی اس پر اعتراض نہیں کیا۔ اگر اس میں کوئی شک ہوتا تو لازماً دشمن کوئی اعتراض اٹھاتے کہ الہام جھوٹا نکلا۔ چھ سال گزر گئے کچھ نہیں ہوا۔ میں نے اس پر باقاعدہ ایک مضمون لکھا ہوا ہے۔ سوانح فضل عمر میں اس کو Discuss ہوا ہے۔ اس میں پورے حوالے اور ساری تاریخیں دی ہوئی ہیں۔ پیشگوئی مصلح موعود کے بعد اور مصلح موعود کی پیدائش سے پہلے لیکھرام نے جوابی دعا شائع کی۔ جب بشیر اول فوت ہوئے ہیں تو پھر ایک شور و غوغا بھی اٹھا ہے کہ دیکھو جی کیا ہو گیا۔ پھر جب مصلح موعود پیدا ہوئے ہیں پھر اس کے تین سال بعد تک یہ دیکھتا رہا ہے کہ بچہ پیدا ہوا ہے، بڑھ رہا ہے، کچھ نہیں کر سکا اور پھر چھ سال کی مدت کے اندر یہ مارا گیا۔

دنیا کا بہترین ادب

دنیا بھر کے ادب میں یہ سوال بار بار اٹھایا جاتا ہے کہ ادب کی ضرورت واہمیت کیا ہے اور وہ کون سا معیار ہے جس پر پرکھ کر ہم یہ بتا سکتے ہیں کہ یہ ادب ہے اور یہ ادب نہیں ہے۔

حضور ایدہ اللہ نے محترم عبیداللہ صاحب علیم کے اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ادب کا جو اصل Touch Stone ہے یعنی وہ پتھر جس پر گھسا کر دیکھا جاتا ہے کہ سونا ہے یا گند ہے یہ تو فطرت ہے کیونکہ اس کا زبان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی علم سے کوئی تعلق ہے۔ کیونکہ ایسے زمانوں میں جب کہ عرب میں الف اور الباء پڑھنا بھی شاذ کے طور پر تھا اور اکثر جہلاء ہی تھے یہاں تک کہ ملک ہی جہلاء کا ملک کہلاتا تھا اس زمانہ میں عربی کلام نے جو ترقی کی ہے مسلمان بھی بعد میں اسی کا حوالہ دیتے رہے اور پھر قرآن کریم کی صورت میں عربی کلام بلند شان اور عروج کو پہنچا جو سب پر بالا رہا اور اس کے بعد فصاحت و بلاغت کا حوالہ یا قرآن کریم سے دیا گیا یا قبل از قرآن عرب جہلاء کے کلام سے دیا گیا جو بہت اونچے درجے کا کلام ہے اس کا کسی کے صاحب علم ہونے سے کوئی تعلق نہیں وہ نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی اندرونی روشنی تھی جس نے وہ کلام پیدا کیا۔ شیکسپیئر کسی سکول یا یونیورسٹی کا تعلیم یافتہ نہیں تھا لیکن چوٹی کے علماء جو بڑی بڑی یونیورسٹیوں سے ڈاکٹریٹ کرتے ہیں وہ اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں حالانکہ وہ ایک معمولی عام انسان تھا جو لوگوں کے گھوڑے پکڑ کر چلتا تھا۔ لوگ رسیاں باندھ کے جہاں گھوڑے باندھا کرتے تھے وہ باہر ان کی حفاظت کیا کرتا تھا۔

پس ایک بات تو یہ ثابت ہو گئی کہ فصاحت و بلاغت یا ادب کا تعلیم سے تعلق نہیں ہے۔ دنیا کا چوٹی کا ادب اس انسان پر نازل ہوا جو دنیا کے لحاظ سے تعلیم یافتہ نہیں تھا۔ اس کا تعلق دراصل فطرت کے اس سرچشمہ سے ہے جو خدا تعالیٰ کی صفات کے توازن کا حسن اپنے اندر رکھتا ہے اور یہ حسن دراصل اندرونی توازن ہے کہ جب خیالات میں ڈھلتا ہے تو بہترین ادب بنتا ہے۔ اس پہلو سے ہر ادب کا خدا تعالیٰ کی سچائی یعنی توحید کے چشمہ کے قریب تر ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ آپ دیکھ لیں جتنے بھی چوٹی کے لکھنے والے ہیں ان کے اندر ایک اندرونی روشنی ہے ایک توازن ہے اور ایک غیر معمولی قوت ہے، ایک ادب ہے جو پھوٹتا ہے اور اس کے نتیجے میں ان کی زبان اور حروف کا تول اتنا عجیب ہوتا ہے کہ ایک حرف کو اٹھا کر آپ دوسری جگہ نہیں رکھ سکتے۔ یہ درحقیقت اس توازن کی مثال ہے جس کے متعلق قرآن کریم دعویٰ کرتا ہے کہ یہ کائنات ایسی ہے جس میں تم کہیں کوئی بھی رخنہ یا اونچ نیچ نہیں دیکھو گے یعنی جہاں کوئی چیز رکھ دی گئی ہے وہاں سے ہٹا کر دوسری جگہ نہیں رکھ سکتے۔ تو اس سے ایک تعریف یہ نکل آئی یعنی ایک تو یہ ہے کہ اس کا منبع کیا ہے اور دوسرے وہ جانچا کیسے جائے۔ اس کا جانچنا یہ ہے کہ جو لفظ جہاں رکھ دیا جائے وہاں سے پھر اٹھایا نہ جا سکے سوائے اس کے کہ مضمون سے ناانصافی کرے۔ تو یہ فطری ادب جب تک گہرے انسانی فطرت کے سرچشمہ سے نہ نکلے اس وقت تک بنتا ہی نہیں جا سکتا۔

پس ادب خود ساختہ نہیں ہوتا۔ ادب خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک ودیعت ہے۔ ایک تخلیق ہے اور ایسا آدمی جہاں بھی ہو نیم دیوانہ بھی ہوگا۔ تو اس کی زبان پر بھی ادب کے سرچشمے پھوٹ سکتے ہیں اور کئی ایسے لوگ ہیں جو دیوانہ وار پھرتے ہیں اور نہایت اعلیٰ درجہ کا کلام ان کی زبانوں سے نکلتا ہے۔ سو ساری تفصیل میں جانا اس وقت ممکن نہیں اور نہ ہی ادب کے سارے نمونے دے کر بتانا ممکن ہے۔ میں سمجھتا ہوں یہ مختصر اصولی جواب سردست کافی ہونا چاہئے۔

آسمانی ادب اور مادی ادب میں فرق

مکرم علیم صاحب نے مزید عرض کیا ادب کی ضرورت اور اہمیت کا بھی ایک مسئلہ ہے کہ جہاں الہام موجود ہو وہاں ادب کیا کام سرانجام دیتا ہے۔ انسان کی کون سی کیفیت کا اظہار ہوتا ہے۔ میرے ذہن میں اصل میں غالب کا ایک شعر ہے۔

آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں
غالب صریر خامہ نوائے سروش ہے

اس کی حقیقت کیا ہے؟

حضور انور نے فرمایا ایک تو الہام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے معین وحی کی صورت میں نازل ہوتا ہے اور ایک وہ شعلہ نور ہے جو دل کی تہذیب یا فطرت کی تہذیب سے دل سے اٹھتا ہے۔ میں وہ بیان کر رہا ہوں۔ جہاں تک الہام کا تعلق ہے قرآن کریم اسے یوں بیان کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو نور ہے یہ بھڑک اٹھنے کو تیار تھا "ولولم تمسسہ نار" خواہ اسے آگ نہ بھی چھوتی۔ پس یہ جو مقام ہے یہ قابل غور ہے جن کا شعلہ نور بغیر کسی اور شعلے کے خود بخود بھڑک اٹھنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس پر عام انسان کو خدا سے تعلق نہ رکھتا ہو اس کے اندر سے ایک روشنی پھوٹتی ہوئی نظر آتی ہے اور وہ اس کا نام نوائے سروش رکھ دیتا ہے حالانکہ وہ اوپر سے نہیں اترتی لیکن جب وہ اوپر سے اترتی ہے تو نور علیٰ نور بن کر اس کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ وہ مضمون ہی اور ہو جاتا ہے۔ پس آسمانی ادب اور مادی ادب کے درمیان یہ فرق ہے۔

قرآنی فصاحت و بلاغت پر غیر مسلموں کا اعتراض

مکرم عبیداللہ صاحب علیم کے سوال کے جواب میں حضور انور نے قرآن کریم کے آسمانی ادب کا ذکر فرمایا تو اس پر ایک دوست نے یہ سوال اٹھایا کہ فصاحت و بلاغت کی بات چل نکلی ہے تو میں یہ معلوم کرنا چاہوں گا کہ اکثر غیر مسلم یہ اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا جب آپ نے یہ کہا کہ بات چل نکلی ہے تو اس سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ آپ کے ذہن میں پہلے یہ سوال نہیں تھا اب بات چھڑی ہے تو آپ نے یہ سوال اٹھایا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے اپنے ہاتھ میں وہ کاغذ پکڑا ہوا ہے جس پر سوال لکھے ہوئے ہیں اب یہ حسن اتفاق ہے یا اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے کہ عین پہلے وہ سوال ہوا جس کا آپ کے سوال کے ساتھ تعلق ہے۔ سوال کرنے والے دوست نے عرض کیا واقعی حضور یہی بات ہے اور اپنے سوال کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ایک عزیز

(باقی صفحہ ۱۵ کالم نمبر ۴-۳ پر ملاحظہ فرمائیں)

خطبہ جمعہ

میں سخت بیقرار ہوں کہ کسی طرح جماعت اٹھ کھڑی ہو، بیدار ہو جائے کیونکہ ہماری صدی گزرنے میں بہت تھوڑا وقت باقی ہے اور ایسی نئی صدی میں ہم نے داخل ہونا ہے جبکہ ساری دنیا کی ذمہ داریاں ہم پر پہلے سے بہت زیادہ ڈالی جائیں گی

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ ۲؍ مئی ۱۹۹۷ء بمطابق ۲؍ ہجرت ۱۳۷۶ ہجری شمسی بمقام نن سپیت (ہالینڈ)

خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے۔

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

آج کا یہ خطبہ میں ہالینڈ (نن سپیت) سے دے رہا ہوں جہاں اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ جماعت احمدیہ ہالینڈ کے سالانہ جلسے کا آغاز ہو رہا ہے۔ جو باتیں میں اس سے پہلے چند خطبات میں کہتا رہا ہوں ان کا تعلق توبہ سے ہے اور اسی تعلق میں ہالینڈ کی ضروریات کو بھی میں پیش نظر رکھتے ہوئے کچھ اور باتیں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ ہالینڈ کی ضروریات دراصل باقی ملکوں کی ضروریات سے بنیادی طور پر تو الگ نہیں لیکن ہر ملک کے ماحول اور حالات کا ایک فرق ہوا کرتا ہے اسی فرق کی نسبت سے جماعت احمدیہ کو اپنی حکمت عملی طے کرتے ہوئے بعض خاص پہلو اختیار کرنے پڑتے ہیں۔

ہر قوم کا ایک مزاج ہے باوجود اسکے کہ ہالینڈ یورپ ہی کا ایک حصہ ہے مگر مزاج کے اعتبار سے یورپ کی ہر قوم میں ایک فرق ہے اور بہت نمایاں امتیاز ہیں جو ایک کو دوسرے سے الگ کرتے ہیں۔ تو اس پہلو سے ہالینڈ یورپ کا حصہ ہوتے ہوئے بھی ان سے ایک الگ شخصیت رکھتا ہے اور اس شخصیت کی پہچان ضروری ہے جس کے بغیر ہم حقیقی، معنی خیز اور مفید لائحہ عمل بنا نہیں سکتے۔ پس جب میں نے ہالینڈ کی ضرورت کہا تو ایک تو یہ امتیازی ضرورت ہے جس کا ہالینڈ ہی سے تعلق ہے اور ایک وہ ضرورت ہے جو تمام عالم میں ہر جماعت کی ایک ہی ضرورت ہے یعنی تربیت اور انسان کو پہلے سے بہتر حال میں ہمیشہ اس طرح آگے بڑھاتے چلے جانا کہ اس کا رخ خدا ہی کی طرف ہو اور غیر اللہ کی تمام طاقتوں سے وہ دور ہٹتا چلا جائے اور اللہ کے قریب ہوتا چلا جائے۔ یہ بنیادی پیغام ہے ہر مذہب کا جو سب سے زیادہ وضاحت اور قوت کے ساتھ اسلام نے پیش فرمایا اور یہ احمدیت کی بنیادی ضرورت ہے جو ہر ملک میں یکساں ہے۔۔ اور اس تربیت کی ضرورت کے ساتھ ساتھ ہی بلکہ اس سے تعلق رکھنے والی تبلیغی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہی تربیت جب غیروں کی طرف رخ کرتی ہے تو اسی کا نام تبلیغ ہو جاتا ہے ورنہ حقیقت میں تو بنیادی روح ہر مذہب کی تربیت ہی ہے یعنی ہر انسان کی اصلاح کرنا۔

پس اس پہلو سے جو توبہ کا مضمون میں نے شروع کیا تھا اسی مضمون کے تعلق میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک اور اقتباس میں آج آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

"توبہ کرنے والا گنہگار جو پہلے خدا تعالیٰ سے دور اور اس کے غضب کا نشانہ بنا ہوا تھا اب اس کے فضل سے اس کے قریب ہوتا اور جہنم اور عذاب سے دور کیا جاتا ہے"۔ یہ وہی بات ہے جو خلاصۃً میں نے آپ کے سامنے رکھی کہ ہر مذہب کا بنیادی مقصد ہے۔ "اب اس کے فضل سے اس کے قریب ہوتا" یعنی اللہ کے "اور جہنم اور عذاب سے دور کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿ان الله يحب التوابين و يحب المتطهرين﴾"۔ یقیناً اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے ﴿و يحب المتطهرين﴾ اور جو نیکی چاہتے ہیں جو پاکیزہ ہونا چاہتے ہیں ان سے بھی محبت رکھتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کا خود بھی ترجمہ فرمایا ہے جو میں پڑھ کے سناتا ہوں۔

"بے شک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور ان لوگوں سے جو پاکیزگی کے خواہاں ہیں پیار کرتا ہے۔ اس آیت سے نہ صرف یہی پایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو اپنا محبوب بنالیتا ہے" یعنی دوست رکھتا ہے کا ترجمہ خود محبوب بنالیتا ہے بھی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی نے فرمایا ہے "بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حقیقی توبہ کے ساتھ حقیقی پاکیزگی اور طہارت شرط ہے"۔ یہ وہ مضمون ہے جس پر میں کچھ مزید یہاں ٹھہر کر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ فرمائی گئی ﴿ان الله يحب التوابين﴾ اللہ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے یا دوسرے لفظوں میں ان کو اپنا محبوب بنالیتا ہے اور ساتھ ہی فرمایا ﴿و يحب المتطهرين﴾ اور وہ لوگ جو پاک ہونا چاہتے ہیں ان سے محبت کرتا ہے یہ دو الگ الگ باتیں نہیں۔ دراصل توبہ ہی کی تفصیل میں مزید یہ فرمایا گیا ہے۔

توبہ کا جو عام مفہوم ہے وہ یہ ہے کہ ایک گناہ سے انسان روگردانی کرلے، اس سے منہ پھیر لے اور اللہ تعالیٰ سے کہے کہ مجھے معاف فرمادے اور توبہ گویا مکمل ہو گئی۔ یہ آیت کریمہ صرف یہ بات بیان نہیں کرتی بلکہ یہ بیان فرماتی ہے کہ توبہ کی پہچان یہ ہے، توبہ کا پہلا پھل جو توبہ کرنے والے کو نصیب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مظہر بن جاتا ہے۔ مظہر کا مطلب یہ ہے کہ نیک ہونا چاہتا ہے، نیکی کی جستجو کرتا ہے، پاک ہونے کی طلب کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سے مدد کے بغیر یہ نصیب نہیں ہو سکتا۔ **تو توبہ کے ساتھ ہی متطہر ہونا ایک لازمی شرط ہے۔ کوئی شخص بھی جب ایک گناہ سے توبہ کرتا ہے اگر وہ ساتھ متطہر نہ ہو تو ہمیشہ اس کو دوبارہ اس گناہ میں لوٹنے کا خطرہ درپیش ہوگا۔** یہ ایک گہرا نفسیاتی نکتہ ہے جس کی طرف اس آیت کریمہ نے اشارہ فرمایا ہے۔

ہر انسان جو گناہ میں مبتلا رہتا ہے، رہ چکتا ہے یا اس نے گناہ سے مسلسل تعلق جوڑا ہوا ہے وہ جانتا ہے کہ توبہ کرنے کی خواہش پیدا ہو بھی تو گناہ کی محبت اس کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے اور اس کی حالت متطہر کی نہیں ہوتی۔ یعنی ایسے شخص کی نہیں کہ جو پاک ہونا چاہتا ہے بلکہ ایسے شخص کی ہوتی ہے جو گناہ کرنا چاہتا ہے اس کے باوجود توبہ کر رہا ہے۔ اور اکثر توبہ کرنے والوں کا یہی حال ہے کہ جس گناہ سے توبہ کرتے ہیں اس کی محبت ان کے دل سے مٹتی نہیں ہے۔ اس کی محبت مسلسل اس گناہ کی طرف انہیں کھینچ رہی ہوتی ہے اور توبہ کرتے ہیں اپنی طبیعت کے خلاف، اپنے مزاج کے خلاف اور ایسی توبہ جو ہے وہ ہمیشہ خطرے میں رہے گی۔ کبھی بھی ایسی توبہ کرنے والے کو ہمیشہ کا امن نصیب نہیں ہو سکتا۔ کیوں کہ ایک طرف توبہ کا عزم ہے دوسری طرف گناہ کی ایک طبعی محبت ہے ان دونوں کے درمیان ایک جھگڑا شروع ہوا ہے جو ختم ہونے کا نام نہیں لیتا اور بالآخر زمین کی کشش اس کو واپس زمین کی طرف کھینچ لاتی ہے۔

پس توبہ کا جو ایک پہلو ہے کہ گناہ سے بچنے کا ارادہ کر کے اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنا اور اس کی طرف جھکنا یہ پہلو بظاہر پورا ہو جاتا ہے مگر فی الحقیقت یہ مستقلاً ایسے انسان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ **متطہر میں**

جو مضمون ہے وہ یہ ہے کہ توبہ کرتے ہی نیکی کی حرص لگ جائے اور پاک ہونے کی ایک بے قرار تمنا دل میں تڑپنے لگے۔ متطھر ہو جائے، ہر وقت یہ چاہے کہ اب میں پاک ہو جاؤں یہ پاکی کی تمنا انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے پر مجبور کرتی ہے اور بار بار اس کی طرف نظر اٹھا کر اس سے یہ تمنا واویلا کرتی ہے کہ اے اللہ ہم تیری خاطر ایک گناہ سے منہ موڑ چکے ہیں لیکن نیکی جب تک ہمارے بدن کا دائمی جزو نہ بن جائے، جب تک ہم ان لوگوں میں شمار نہ ہوں جو تیرے نزدیک پاک ہیں اس وقت تک ہمیں چین نصیب نہیں ہو سکتا۔ ایسی حالت میں تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے ﴿ان اللہ یحب المتطھرین﴾ ایسے پاک ہونے کی تمنا رکھنے والوں سے اللہ محبت کرتا ہے اور جس سے اللہ محبت کرتا ہے اسے کبھی ضائع نہیں ہونے دے گا۔

پس اکثر انسان اس تجربے سے گزر چکے ہیں اور گزرتے رہتے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جن کو توبہ کا خیال ہی نہیں آتا۔ بعض گناہ ان کے وجود کا دائمی حصہ بن جاتے ہیں۔ بعض کمزوریاں ان کی سرشت ہو جاتی ہیں۔ مثلاً بعض اگر نماز میں ست ہیں، روزے میں ست ہیں، جھوٹ کی عادت ہے، چالاکی سے کام لے کر اپنا فائدہ اٹھانا ہے یہ بظاہر چھوٹی چھوٹی باتیں عام ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک بات بہت ہی بڑی بات ہے اور ایسی ہے جو انسان کو جہنم کے کنارے تک ہی نہیں، جہنم میں داخل کرنے کا موجب بن سکتی ہے۔ اور ان چیزوں کی طرف سے انسان ایسا غافل رہتا ہے کہ کبھی آنکھ ہی نہیں کھلتی کہ میں کون ہوں اور کیا ہوں اور کیسی حالت میں زندگی بسر کر رہا ہوں۔ اس کو خیال ہی نہیں آتا کہ میں وقت کے امام کے ہاتھ پر بیعت کر کے توبہ کر چکا ہوں۔ یعنی حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ اپنے اسلام کا ایک عہد نو قائم کیا ہے جس کی رو سے گویا حقیقت میں میں حضرت رسول اللہ ﷺ کا غلام بن گیا اور آپ کے پیچھے چلنے والا ہو گیا۔

یہ بیعت کی روح ہے جو توبہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ ہر بیعت کے ساتھ توبہ کا لفظ آتا ہے۔ پس توبہ منہ سے تو ہو جائے مگر عملاً زندگی کے ہر جزو میں توبہ سے بے اعتنائی ہو، یعنی خیال بھی نہ آئے کہ میں توبہ کا محتاج ہوں، معلوم ہی نہ ہو کہ میرے اندر کیا کیا روگ بس رہے ہیں، یہ غفلت کی حالت ہے جو لازماً انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے۔ **پس سچی توبہ سے پہلے ایک بیداری کا دن ہے اور وہ بیداری کا دن ہے جس کی طرف میں آپ کو بلاتا ہوں۔** کسی دن بیدار ہوں اور جیسے بیدار ہونے والا بعض دفعہ اگر دیر سے بیدار ہو تو ہڑبڑا کر اٹھتا ہے۔ کئی لوگ ہیں جنہوں نے دفتر جانا ہے، الارم لگائے ہوئے ہیں اور دیر تک سوتے رہے جب اٹھے تو اچانک جب نظر پڑی گھڑی کی طرف تو بہت تاخیر ہو چکی تھی۔ گھبرا کر پھر وہ جس طرح ہڑبڑا کے اٹھتے ہیں اس سے بہت زیادہ ہڑبڑا کر اٹھنے کی توبہ سے غافل لوگوں کو ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ تو اب بے شمار ذمہ داریوں کی ادائیگی میں اتنی دیر کر چکے ہیں کہ از سر نو ان کا زندہ ہونا، از سر نو ان کے نئے رنگ اختیار کرنا، از سر نو ان کا اپنے اندر وہ انقلابی پاک تبدیلی کرنا جس کے بعد انہیں ایک خلق آخر عطا ہوتی ہے یہ تو بہت محنت کا کام ہے، بہت لمبا کام اور بہت صبر طلب کام ہے۔ تو اس لئے میں جب کہتا ہوں کہ اٹھیں اور بیدار ہوں تو میری مراد یہ ہے کہ اپنی اندرونی شخصیت کو دیکھنے کے لئے آنکھیں کھولیں یہی آپ کا اٹھنا ہے۔

آنکھیں کھول کر دیکھیں تو سہی کہ آپ کے اندر کون بس رہا ہے اور کیا بس رہا ہے۔ اور جب آپ آنکھیں کھولیں گے تو ہر منزل میں، ہر قدم پر آپ کو بہت خوفناک نظارے دکھائی دیں گے۔ کہیں دنیا کا حریص نظر آئے گا آپ کو جو دنیا کے اموال کو اتنا عزیز رکھتا ہے کہ خدا کی راہ پر خرچ کرنے میں اس کو ہمیشہ تکلیف محسوس ہوتی ہے، خواہش ہی نہیں پیدا ہوتی۔ کئی ایسے ہونگے جن کو اس پہلو سے تو اطمینان ہو گا مگر اگلے موڑ پر جب مڑیں گے تو ان کا دل یہ دیکھ کر دہل جائے گا کہ مالی قربانی تو میں کر رہا ہوں مگر عبادت میں بالکل کورا ہوں اور خدا تعالیٰ سے محبت کے ساتھ اس کی طرف جھکنے کے لئے جس عبادت کی ضرورت ہے، اس کا آغاز بھی نہیں کیا۔ نماز پڑھتا بھی ہوں تو غفلت کی حالت میں، کھڑا ہوں، جھکتا ہوں، کھڑا رہتا ہوں، سجدے میں گرتا ہوں، بیٹھتا ہوں اور پھر بیٹھ کے سلام پھیر دیتا ہوں اور اس حالت سے نکلنے کو میں امن کی طرف لوٹنا سمجھتا ہوں۔ مجھے قرار اس وقت آتا ہے جب میں اس حالت سے نکل کر، باہر آکر دنیا کو السلام علیکم کہہ دیتا ہوں۔ کہتا ہوں شکر ہے میں واپس آگیا اور داخل ہونے کا وقت میرے لئے سب سے مشکل ہے اور اس دوران میری طبیعت بوریت کے سوا کچھ بھی محسوس نہیں کرتی کیونکہ جو کچھ بھی میں کہتا ہوں وہ لفظوں میں کہہ رہا ہوں۔ کوئی سننے والا میرے سامنے کھڑا نہیں ہوتا جس کو میں کچھ سنا کر بات کہوں۔ اور اس کی طرف سے کوئی جوابی لہر دل میں نہیں اٹھتی جس سے محسوس ہو کہ کوئی سننے والا سن بھی رہا تھا اور اس نے میرے دل میں ایک حرکت پیدا کر دی ہے۔ پس ایسی نمازیں اگرچہ ابتداءً فرض کی ادائیگی تک تو ٹھیک ہیں لیکن اپنی منفعت کے لحاظ سے بالکل خالی ہوا کرتی ہیں۔ سالہا سال، بعض لوگ اپنی زندگیاں گزار دیتے ہیں ایسی نمازیں پڑھتے ہوئے، پانچ وقت وضو کر کے جائیں گے پورے اہتمام کے ساتھ نماز پڑھیں گے اور پھر جب نکلیں گے تو خالی۔ اور اس کی پہچان کیا ہے؟ پہچان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں جا کر اس سے آنے کے بعد ان کے اندر کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔

پس بعض لوگ ایسے ہیں جو یہ معلوم کریں گے کہ ہم مالی حرص میں مبتلا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں قربانیوں سے بے خبر بلکہ طبیعت پر ان قربانیوں کے نام سے بھی بوجھ پڑتا ہے۔ کچھ ایسے بھی ہونگے جو اس لحاظ سے پورے لیکن عبادت سے بے خبر اور غافل اور عبادت کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا قرب چاہنے کا تصور ہی ان میں نہیں ہے۔ یہ ان کو خیال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ ہر عبادت کے بعد کچھ نہ کچھ مجھے اللہ کے قریب ہونا چاہئے۔ اگر زیادہ توفیق نہیں تو کچھ احساس، حاصل کا احساس یعنی کچھ مل گیا ہے اتنا تو ہو کہ نماز کے بعد میں محسوس کروں کہ آج مجھے کچھ خدا تعالیٰ کے قریب ہونے کی لذت حاصل ہوئی ہے اور یہ جو قریب ہونے کی لذت ہے یہ کوئی فرضی لذت نہیں ہے۔

ہر نماز میں جہاں انسان اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے اس کے حضور اپنے آپ کو جھکاتا ہے تو کچھ لمحے اس کو ضرور ایسے نصیب ہو جاتے ہیں جب وہ محسوس کرتا ہے کہ ہاں میری یہ بات خدا تعالیٰ کے حضور مقبول ہوئی۔ اور اس کا جواب جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے لفظوں میں نہ بھی ملے تو انسان کے دل میں ایک خاص قسم کی تحریک کے ذریعے مل جاتا ہے، اس کا دل مرتعش ہو جاتا ہے، اس میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے اور پہلے کی نسبت اپنے آپ کو وہ امن میں محسوس کرتا ہے۔ پس یہ وہ دوسرا پہلو ہے جو اپنے اندر کے انسان کی تلاش اور اس کی حقیقت اور جستجو کو پانے کی جدوجہد ہے اس سے آپ غافل رہیں گے تو آپ زندگی کے مقاصد سے غافل ہیں اور یہ دونوں باتیں تو بڑی ہیں یعنی قرآن کریم نے مال اور جان کو خدا کی راہ میں پیش کر دینے کی بنیادی تعلیم دی ہے یہ اس سے تعلق رکھنے والی باتیں ہیں لیکن ان سے نیچے بہت سی ایسی باتیں ہیں جو ہمارے اندر ایسی حالت میں قائم رہتی ہیں کہ گمان بھی نہیں آتا کہ ہمیں ان کی طرف توجہ کرنی چاہئے۔

مالی قربانی کی طرف اگر آپ توجہ نہیں کرتے تو کوئی توجہ دلانے والے آتے رہتے ہیں۔ کوئی دروازہ کھٹکھٹانے والا ہے، کوئی خط لکھنے والا سیکرٹری ہے وہ آپ کو یاد کرانے والے موجود ہیں۔ لیکن بد خلقی ایک ایسا مضمون ہے جو روزمرہ کے معاملات میں انسان کو درپیش رہتا ہے اور اس کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ کتنا بڑا جرم ہے، کتنا بڑا گناہ ہے۔ بد خلقی کے پہلو سے اب آپ دیکھ لیں توبہ کے مضمون کو تو آپ کو سمجھ

ارشاد نبوی
الدین النصیحۃ
(دین کا خلاصہ خیر خواہی ہے)
(منجانب)
رکن جماعت احمدیہ بمبئی

طالبان دعا:۔
آٹو ٹریڈرز
Auto Traders
16 ینگو لین کلکتہ 700001
دکان۔ 248-5222,248-1652
رہائش۔ 243-0794, 27-0471

A.S. BINNING
Import - Export, Textil - Großhandel
Inh.: Avtar Singh Binning
Lager
Frankenstraße 10 - 20097 Hamburg
(S-Bahn Hammerbrook)
Telefon 040 / 236 95 79 + 23 38 39
Fax 040 / 236 95 80 Tel. privat 040 / 299 53 34

GURANTED PRODUCT
NEVER BEFORE
THIS COMFORT THIS DURABILITY AND SOLIGHT
A TREAT FOR YOUR FEET
Soniky
HAWAI
NIR
NEW INDIA RUBBER WORKS (P) LTD
34, A DEBENDRA CHANDRA DEY ROAD CALCUTTA -15

آئے گی کہ جب تک انسان کا خلق اچھا نہیں ہو تا وہ باخدا انسان بن ہی نہیں سکتا۔ یہ وہم ہے کہ ایک انسان چندہ دینے والا ہو، عبادت کرنے والا ہو اور باخدا ہونے کے باوجود بد اخلاق بھی ہو۔ یہ دو باتیں ایسی ہیں جو اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔

اخلاق کا تعلق بنی نوع انسان کے حقوق کی ادائیگی سے ہے۔ اخلاق کا تعلق اس بات سے ہے کہ آپ اپنے باپ، اپنی ماں، اپنے بہن بھائی، اپنے بچوں، اپنے عزیزوں، اپنے اقارب، ملنے جلنے والوں سب سے اس طرح حسن سلوک کریں کہ آپ کی ملاقات، آپ کا تعلق ان کے لئے خوشی کا موجب بنے، کسی نفرت کا موجب نہ بنے اور آپ سے پوری طرح وہ امن کی حالت میں رہیں۔ سچے اخلاق کی یہی تعریف ہے۔ کسی کو یہ خطرہ نہ ہو کہ یہ میرے سے جو تعلق رکھ رہا ہے تو اس کی نیت میری کسی ملکیت پر ہے، میرے کسی مال پر ہے، میرے بعض حقوق پر ہے، میرے بعض رشتہ داروں پر ہے۔ اگر ایسی نیت اور یہ فساد تعلقات میں داخل ہو جائے تو یہ تعلقات اخلاق نہیں کہلائیں گے۔ یہ بد خلقی کی بدترین قسم بن جاتی ہے۔ یعنی اچھی بات کر کے، پیار اور محبت جتا کر بعض دفعہ بعض لوگ بعض دوسرے لوگوں سے مالی معاہدات کرتے ہیں اور جب تک وہ معاہدات ہو نہیں جاتے ان کے اخلاق دیکھنے والے دکھائی دیتے ہیں۔ ہر بات میں ان کا ادب، ہر چیز میں لحاظ بلکہ اس بات پر بار بار خوشی کا اظہار کہ کبھی خدمت کا موقع دیں، ہمارے گھر تشریف لے آئیں۔ بیوی بچے فدا ہوتے ہیں، یہ صاحب آئے ہیں جن کے ساتھ مالی معاہدہ ہونے والا ہے اور ہر طرح سے ان کی ہر ضرورت کا خیال رکھا جاتا ہے، ان کی عزت کی جاتی ہے، ان کے بچوں کی عزت کی جاتی ہے، ان کے بچوں کو تحائف دینے ہوں تو اس سے بھی انسان گریز نہیں کرے گا بلکہ موقع ڈھونڈتا ہے کہ تحائف دے۔ یہ اخلاق ہیں اور ان اخلاق کے دھوکے میں آکر جب کوئی ان سے سودا کر بیٹھتا ہے تو پھر اس کا جو دل ہے وہ جلدی سے جلدی ہڑپ کر کے اس سے چھٹی کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اور پھر جب وہی شخص جس کو کہتے تھے آیئے، گھر آئیں، سر آنکھوں پر، جب دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو لگتا ہے کوئی دشمن اور واقعۃً وہ دشمن ہی بن چکا ہوتا ہے، کوئی دشمن دروازے کھٹکھٹا رہا ہے اور اگر اس گھر کا دوسرا دروازہ ہو تو دوسرے دروازے سے انسان نکل کر بھاگتا ہے۔ اس کا نام اخلاق ہے تو اس سے بڑی لعنت اور کوئی نہیں ہے۔ یہ دھوکہ بھی ہے، بے حیائی بھی ہے۔ انسانیت کے ادنیٰ ادنیٰ تقاضوں سے بھی گری ہوئی بات یہ ہے کہ انسان، انسانی تعلقات میں اپنے اخلاق کو دھوکہ دینے کے لئے استعمال کرے اور اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے استعمال کرے۔

پس بظاہر بہت سے انسان آپ کو اخلاق والے دکھائی بھی دیتے ہیں مگر حقیقت میں ان کے اس کردار کو اخلاق کہا نہیں جا سکتا۔ پھر روزمرہ کے ایسے انسان بھی دکھائی دیتے ہیں جو آپ سے براہ راست کچھ نہ بھی چاہتے ہوں مگر ان کا حسن سلوک، ان کی نرمی کی بات محض ایک سطحی بات ہے، ایک دکھاوا سا ہے اور جہاں کہیں بھی آپ کے مقاصد میں اختلاف ہو وہیں وہ اپنے پر پرزے نکالتے ہیں اور بڑی بد تمیزی اور بد خلقی سے آپ سے معاملہ کرتے ہیں تو اخلاق جو ایک بنیادی صفت ہے، اخلاق کو اس کے اصلی معنوں میں سمجھنا اور اختیار کرنا یہ باخدا ہونے کے لئے ایک لازمی شرط ہے۔ اتنی سی بات ہے، سادہ سی، کیوں لوگ یہ نہیں سمجھتے کہ اگر آپ کسی کو جان لیں کہ وہ بد اخلاق ہے تو آپ تو اس کا اپنے گھر پر سایہ بھی نہ پڑنے دیں گے۔ اس سے آپ دور بھاگتے ہیں ہمیشہ دور کی صاحب سلامت رکھتے ہیں تو کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک بد خلق انسان کو اپنے قریب کرلے اور اپنی صحبت میں بٹھائے۔ کیونکہ یہ ایک دائمی حقیقت ہے کہ وہ لوگ جو اچھے انسان ہوں وہ اچھی صحبت کو پسند کرتے ہیں اور اگر پتہ چلے کہ کوئی شریر انسان ان کی صحبت میں رہتا ہے تو اس کو دور کر دیتے ہیں۔ پس اللہ تو ہر بات کا عالم ہے، ہر بات سے واقف ہے، ہر چیز سے باخبر ہے وہ ایسے انسان کو جو اخلاقاً بد ہو اس کو اپنے قریب نہیں بٹھاتا، اپنے قریب نہیں کرتا۔ تو اخلاق کو آپ سمجھتے ہیں معمولی بات ہے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ اخلاق باخدا ہونے کے لئے بنیادی شرط ہے اس کے بغیر انسان خدا والا ہو نہیں سکتا۔ اور دوسری بنیادی شرط یہ ہے کہ جو خدا والا ہو وہ لازماً با اخلاق ہو جاتا ہے۔ کیونکہ خدا والا کون ہوگا؟ قرآن کریم کی اس آیت نے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہاں لکھی اور جس کی تشریح سے متعلق میں اب آپ سے مخاطب ہوں متطہرین کو بیان کیا ہے کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے۔ تو متطہرین تو وہ ہیں جو ہر عیب سے ہمہ وقت پاک ہونے کے لئے کوشش کرتے رہتے ہیں اور جب ہر عیب سے ہمہ وقت پاک ہونے کی کوشش کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے قریب تر ہو جاتے ہیں کیونکہ خدا ہی کی صفت ہے کہ وہ ہر عیب سے پاک ہے۔

پس مرکزی نکتہ اس آیت کے پیغام کا یہی ہے کہ جو اللہ جیسا ہونے کی کوشش کرتے ہیں، متطہرین کا مطلب ہے، کیونکہ پاک صرف اللہ کی ذات ہے اس لئے جو متطہر ہے وہ خدا کی صفات اپنانے کی کوشش کرتا ہے اور جب خدا کی صفات اپنا لیتا ہے تو دنیا کے لحاظ سے بھی ایک کامل با اخلاق انسان بن کر واپس دنیا کی طرف لوٹتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات اپنا کر وہ دنیا کی طرف لوٹے اور بد اخلاق ہو۔ پس دونوں پہلوؤں سے ایک انسان اپنے نفس کو پہچان سکتا ہے۔ اور یہ جو پہچاننے کا وقت ہے اس کی طرف میں آپ کو متوجہ کر رہا ہوں کہ کوئی لمبا وقت نہیں ہے، زندگی کا کوئی اعتبار نہیں، ہمہ وقت موت سر پر لٹکی رہتی ہے۔ بہت سے ایسے ہیں جو شادیوں میں شرکت کے لئے جاتے ہیں اور پہنچنے سے پہلے حادثات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بعض کو اندر اندر بیماریاں کھا رہی ہیں اور پتہ اس وقت چلتا ہے جب کہ بیماری گھیر اڈال لیتی ہے اور بچنے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔

تو ایسے حالات میں جب انسان کو خود اپنی موت کا کچھ پتہ نہیں کہ کب آئے اور کہاں سے آئے وہ ایسا مطمئن ہو کہ اپنے جاگنے کی فکر ہی کوئی نہ کرے بلکہ آنکھ کھلے تو پھر سو جائے پھر کبھی کوئی وقت کی آواز اسے جگائے تو پھر سو جائے ایسے انسانوں کی موت نیند ہی کی حالت میں ہو جاتی ہے اور ان پر قرآن کریم کی وہ آیت صادق آتی ہے کہ خدا تعالیٰ جب کسی انسان کو وفات دیتا ہے تو ایک تو نیند کی حالت ہے جس میں اس کی روح کو قبض کرتا ہے لیکن پھر اسے واپس کر دیتا ہے اور کچھ ایسے ہیں جو نیند ہی کی حالت میں کھینچ لئے جاتے ہیں اور پھر ان کی واپسی، کوئی واپسی نہیں ہوتی، پس اسی کا نام موت ہے۔ وہ نیند اور موت کی باتیں قرآن کریم نے کی ہیں اس کو ہم عام طور پر ظاہری معنوں میں ہی دیکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد عام طور پر سونا اور عام طور پر جاگ کر دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ لیکن فی الحقیقت اگر آپ ان آیات کریمہ پر دوبارہ غور کریں، گہری نظر سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ انسانی غفلت کی حالت کا ایک بہت ہی عجیب نقشہ اس میں کھینچا گیا ہے۔ کتنے ہی آدمی ہیں جو غفلت کی حالت میں ایسے ہیں کہ گویا ان کی روح قبض ہونے کے قریب بیٹھی ہے اور کچھ ایسے ان میں سے ہیں جن کو خدا واپس کر دیتا ہے۔ یعنی دنیا میں بھیج کر ان کی آنکھیں کھولتا ہے اور وہ نیند کی حالت سے روشنی کی حالت کی طرف لوٹ آتے ہیں۔ مگر بہت سے ایسے ہیں جو اسی حالت میں پھر وہ پوری طرح کھینچ لئے جاتے ہیں اور کبھی انہیں دوبارہ اس دنیا کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ جب ان کی روح قبض کر لی جاتی ہے تو کہتے ہیں ایک دفعہ ہمیں پھر بھیج۔ یہ جو ایک دفعہ پھر بھیجنے کا مضمون ہے یہ دراصل روزمرہ اس کے تجربے میں آتا ہے اور کوئی ایسا خیال نہیں جو عام انسانی تجربے کے برعکس دل میں پیدا ہوا ہے۔ ہمیشہ انسان یہی دیکھتا ہے سوتا ہے اور جاگ اٹھتا ہے، سوتا ہے اور جاگ اٹھتا ہے اور مذہبی دنیا میں جب وہ سوتا ہے اور نہیں جاگتا اس کو خیال نہیں آتا کہ میں تو عملاً ایک موت ہی کی شکل اختیار کر چکا ہوں۔ پس جاگنے کا وقت اب ہے جبکہ آپ اس دنیا کی طرف لوٹ سکتے ہیں۔ جب ظاہری موت آپ کو دبوچ لے گی تو قرآن کہتا ہے کہ پھر آپ کے جاگنے کا وقت ختم ہو چکا ہوگا، پھر آپ خواہش بھی کریں گے کہ اے خدا ہمیں دوبارہ بھیج ہم پھر بیدار ہو کر تیرے احکام کی فرمانبرداری کریں اور ایک نئی زندگی اور پاکیزہ زندگی بنائیں تو ایسا ممکن نہیں ہوگا۔ تو موت جو ہر وقت لٹکی ہوئی ہے اس کو ہمیشہ بھلائے رکھنا اس سے بڑی بے وقوفی اور کیا ہو سکتی ہے۔

اور جیسا کہ میں بار بار آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں ہم میں سے بھاری اکثریت ان کی ہے جو احمدیت قبول کرنے کے باوجود غفلت کی حالت میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اتنی لمبی تفصیل ہے ان باتوں کی جن میں سے ہر ایک بات کو دکھا دکھا کر ان کو توبہ کروانے کی ضرورت ہے کہ وہ کسی ایک خطبے میں بیان ہی نہیں ہو سکتی۔ روزمرہ کا ہمارا تجربہ ہے۔ اگر اپنا وجود دکھائی نہیں دیتا تو دوسرے وجود تو آپ کو دکھائی دیتے ہی ہیں اور یہ ایک ایسا مضمون ہے جس سے ہر انسان واقف ہے۔ چنانچہ ایک انسان کیسی ہی گندی زندگی بسر کر رہا ہو اگر اس سے کوئی دوسرا شخص بد سلوکی کرے تو اس کے سارے عیب اس کو اچانک دکھائی دے دیتے ہیں۔ وہ کہتا ہے تم تو ایسے ہو، تم تو ایسے ہو، تم نے تو خواہ مخواہ دین کا لبادہ اوڑھا ہوا ہے۔ تم نے میرا پیسہ کھا لیا ہے، تم نے مجھ سے دھوکہ کیا، تم نے مجھ سے ناانصافی کا سلوک کیا۔ سارے عیوب اس کے اچانک دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اور دراصل یہ بھی اس کی اپنی غفلت ہی کی حالت ہے جس کی نشاندہی ہو رہی ہے۔ ایک انسان اگر ان کو عیوب سمجھتا ہے تو اپنے تعلقات میں پہلے کیوں ان کی طرف اس نے توجہ نہ کی۔

ایک آدمی نیک ہوتے ہوئے بھی اگر بد تھا تو اس کو اس نے برداشت کیا، اس کی پرواہ بھی نہیں تھی اس کو۔ لیکن جب اپنے معاملے میں بد ہوا تب ہوش آئی۔ تو دوسروں کی بدی دیکھنے کے لئے تو انسان کو اس طرح ہوش آتی ہے کہ وہ بدی اس کے خلاف کام کرے اور اگر اس کے خلاف کام نہ کرے تو ساری دنیا کے خلاف کام کرتی پھرے اسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ ایک آدمی دوسروں سے بد تمیزی کرتا ہے، لفنگے بازی کرتا ہے، شرارتیں، فساد اور پھر بھی بعض مجلسوں میں بیٹھا رہتا ہے اور قبول رہتا ہے اور جب اپنے خلاف کام کرے تو اچانک انسان اس کو دھتکار کر اپنی چوکھٹ سے دور کر دیتا ہے یا دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

تو یہ جو غفلتوں کی حالتیں ہیں یہ اپنی ذات سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور دوسروں کی ذات سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور ایک لازمی جاری سلسلہ ہے۔ ایک تو موت کے پہلو سے جلدی ہے دوسرے صدی کے لحاظ سے مجھے بہت جلدی ہے اور **میں اس معاملے میں سخت بے قرار ہوں کہ کسی طرح جماعت اٹھ کھڑی ہو، بیدار ہو جائے کیوں کہ ہماری صدی گزرنے میں بہت تھوڑا وقت باقی ہے اور ایسی نئی صدی میں ہم نے داخل ہونا ہے جب کہ ساری دنیا کی ذمہ داریاں ہم پر پہلے سے بہت زیادہ ڈالی جائیں گی اور یہ ذمہ داریاں کئی طرح سے پہلے سے زیادہ ہونگی۔** اول یہ کہ ہر صدی کے موڑ پر خدا تعالیٰ نے ایک انقلاب برپا کر رکھا ہے۔ وہ انقلاب تو نظر آتا دکھائی دے رہا ہے۔ اس انقلاب کے تقاضے ہیں جو ہم نے پورے کرنے ہیں اور جو خدا تعالیٰ نے اسلام کی تائید میں ہوائیں چلائی ہیں ان سے پورا فائدہ اٹھانا ہے، اپنی صلاحیتوں کے بادبان کھولنے ہیں، ان کا رخ ایسا کرنا ہے کہ وہ ہوائیں ان میں بھر کر انہیں بڑی تیزی سے آگے بڑھائیں۔ اور اس صدی کے اختتام میں تین سال بمشکل باقی ہیں۔ اس لئے **ایک تو یہ فکر کی بات ہے کہ ہم اس صدی کے اختتام تک کیا واقعی نئی آنے والی ذمہ داریوں کے ادا کرنے کے اہل ہو چکے ہونگے۔**

ایک دوسرا پہلو یہ ہے کہ دنیا میں جہاں جہاں بھی جماعت احمدیہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ترقی کر رہی ہے اور تیزی کے ساتھ انقلاب برپا ہو رہا ہے وہاں اس انقلاب کے اپنے جو تقاضے ہیں ان کو وہ کیسے پورا کر سکتے ہیں۔ دیکھو ایک آدمی اگر کسی ایک شخص کو مسلمان بنالے تو اس کو اپنے ساتھ لگا کر اپنے پروں کے نیچے رکھ کر ان کی تربیت کرنا بھی ایک بڑا کام ہے اور بہت کم ہیں جو اس کام کو جیسا کہ حق ہے ادا کرتے ہیں۔ بیعت کروالی اور سمجھ لیا کہ مقصد حل ہو گیا حالانکہ بیعت کے ساتھ مقصد حاصل کرنے کا آغاز ہوتا ہے نہ کہ مقصد حاصل ہوتا۔ بیعت تو اس کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھتی کہ ایک شخص نے اپنے آپ کو آپ کے سپرد کر دیا یعنی جماعت احمدیہ کی پناہ میں آگیا اور کہا اب مجھ پر جو عمل کرنا ہے کرو، جیسا مجھے بنانا چاہتے ہو بنالو۔ اور اگر آپ بیعت ہی کو انجام سمجھیں اور وہیں بات ختم کر دیں تو جیسا وہ تھا ویسا ہی رہے گا بلکہ جہاں وہ جائے گا وہاں بھی اپنے گرد و پیش کو اپنے جیسا بنانا شروع کر دے گا۔ پس بجائے اس کے کہ اس کا آنا آپ کے لئے بابرکت ہو اس کا آنا بعض دفعہ نحوستوں کا موجب بن جاتا ہے۔ کیونکہ بہت سی بد رسموں میں مبتلا آتا ہے، بہت سی اندرونی بیماریوں کا شکار آتا ہے۔ اگر آپ نے فوری طور پر اس کی اصلاح کی طرف توجہ نہ کی تو ہرگز بعید نہیں کہ وہ اپنی بیماریاں اس نئے ماحول میں منتقل نہ کرے جس ماحول نے اسے اپنایا ہے۔

تو یہ جو تقاضے ہیں جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا تھا ان کو اگر میں گننا شروع کروں تو ایک دو چار خطبوں میں بھی ان کو پوری طرح آپ کے سامنے کھول کر بیان نہیں کر سکتا مگر باتیں ایسی ہیں جو بہت ہی پریشان کن ہیں اور طبیعت میں ہیجان پیدا کر دیتی ہیں۔ لگتا ہے تھوڑا وقت ہے اور کام بے انتہا پڑا ہوا ہے۔ آخر کیا کرے انسان کہ ساری جماعت کو اس کام میں دین کی مدد کے لئے آمادہ کر سکے۔ اسی قسم کی بے چینی کا اظہار حضرت عیسیٰؑ نے اس طرح کیا تھا کہ اعلان کیا ﴿من انصاری الی اللہ﴾ اور قرآن کریم نے جو اس ایک فقرے کو محفوظ فرمایا ہے یہ صاف بتا رہا ہے کہ حضرت مسیح کے دل میں شدید بے قراری پیدا ہوئی تھی اور اپنے آپ کو بے یار و مددگار پایا، چند کے سوا کسی نے ان کی تائید کا دعویٰ نہیں کیا۔ اس وقت آپ نے یہ اعلان کیا ﴿من انصاری الی اللہ﴾ کون ہے جو اللہ کی خاطر میری مدد کرے۔

قرآن کریم فرماتا ہے اس آواز پر لبیک کہنے والے کچھ ضرور پیدا ہوئے اور وہ لبیک کہنے والے شروع میں تھوڑے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان کے اس خلوص کو قبول فرمایا ﴿فاصبحوا ظاھرین﴾ وہ جو تھوڑے تھے وہ غالب آگئے۔ یہ تاریخ ہے ساری عیسائیت کے غلبے کی اور اس غلبے کے آغاز کی۔ اور اس کا آغاز کیسے، کس جگہ سے شروع ہوا؟ عیسائیت کے غلبے کا آغاز حضرت مسیح کے دل سے ہوا ہے اور دل کی اس بے قراری سے ہوا ہے جس کا اظہار قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس دعا کی صورت میں ہمیشہ کے لئے محفوظ فرمالیا ﴿من انصاری الی اللہ﴾۔ ہے کون جو خدا کے نام پر میری مدد فرمائے، خدا کے کام کے لئے میری مدد کو آگے آئے تو یہی وہ آواز ہے جو اس دور کے مسیح نے بھی دی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اسی آواز کو دوبارہ اٹھایا ہے لیکن کام اس سے بہت زیادہ ہے جتنا مسیح اول کو درپیش تھا۔ مسیح اول کے سپرد تو بنی اسرائیل کی بدیوں کو دور کرنا تھا اور بنی اسرائیل کی محدود ضرورتوں کو پورا کرنا تھا مگر مسیح محمدی کا کام تو سارے جہان میں پھیلا پڑا ہے۔ اور بدیوں نے جس جس طرح سر اٹھایا ہے اور جس نئے رنگ میں ظاہر ہوئی ہیں وہ اتنی زیادہ اور اتنے خوفناک انداز کے ساتھ اٹھی ہیں کہ ایک ایک ملک کو بدیوں نے غرق کر دیا گیا ہے اپنے طوفان اور اپنے سیلاب میں۔ آپ جو ہالینڈ میں بستے ہیں ہالینڈ کے گرد و پیش کا جائزہ لیں اور ہالینڈ کے شہروں میں جو بدیاں ہر روز ہو رہی ہیں، جس طرح قوم کا مزاج بگڑ رہا ہے، جس طرح یہ مزاج بگڑتے بگڑتے اب ایک عوامی شناخت اختیار کر گیا ہے یعنی قوم ان بدیوں کو برا نہیں دیکھ رہی اور ان کی طرف بڑھنے کو اور ان کو ٹیلی ویژن پر اور اپنے نیوز میڈیا کے ذریعے دنیا کو دکھانے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتی اور ہر قدم پہلے سے اور آگے اسی سمت میں بڑھ رہا ہے۔

پس ان سب کا رخ موڑنا اور انہیں اسلام کی طرف واپس لے کے آنا کیسے ممکن ہے اگر آپ خود توبہ کر کے متطھرین میں داخل نہ ہو چکے ہوں۔ تو دراصل کام بے انتہا زیادہ ہے اتنا کہ اس کا شمار ممکن نہیں مگر حل اس چھوٹی سی آیت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اپنے آپ کو اللہ کے دین کا ناصر بنانا چاہتا ہے، جو اعلان کرتا ہے کہ میں انصاری الی اللہ میں سے ہوں اس کا پہلا فرض یہ ہے کہ توبہ کرے اور توبہ کر کے اپنی پہلی زندگی سے منہ موڑ لے اور ایسا منہ موڑے کہ پھر دوبارہ اس کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ اور یہ تب ممکن ہے کہ پاک ہونا چاہے اور پاک ہونے کی خواہش دل میں پیدا ہو جائے یعنی بدیوں کی خواہش کی بجائے نیکی کی خواہش پیدا ہو جائے اور انسان واقعۃً دل سے چاہے کہ وہ اچھا ہو جائے۔ ایسے شخص کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿یحب المتطھرین﴾ کہ اللہ تعالیٰ ایسے پاک ہونے والوں سے محبت کرتا ہے۔

پس اللہ کی محبت جس قوم کو نصیب ہو جائے اس کی فتح ہی فتح ہے۔ جس سے خدا محبت کرنے لگے اس پر دنیا کی نفرتیں غالب آہی نہیں سکتیں۔ مگر ایسے ہیں تھوڑے اور ضرورت ہے کہ تیزی سے ان کی تعداد کو بڑھایا جائے۔ ہالینڈ ہی کی مثال کو پھر لیتے ہیں کیونکہ میں نے آپ سے وعدہ کیا تھا کہ اس مضمون کو ہالینڈ کے حوالے سے آپ کے سامنے رکھوں گا۔ ایک لمبے عرصے سے میں یہاں تحریک کر رہا ہوں کہ تبلیغ کرو اور تبلیغ کے ذریعے روحانی اولاد پیدا کرو اور ایک لمبے عرصے سے جب بھی آتا ہوں ہمیشہ بھاری دل سے آپ سے شکوہ کرتا ہوں کہ تبلیغ آپ نے کی تو ہوگی کیونکہ رپورٹوں میں کہیں کہیں دکھائی دیتی ہے مگر عملاً اس کے پاکیزہ پھل مجھے نظر نہیں آرہے، جیسی جماعت پہلے تھی ویسی ہی ہے۔

جب پوچھا جائے کہ بتاؤ کتنی بڑھی ہے تو کہتے ہیں خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ تیس یا چالیس یا پچاس کا اضافہ ہوا ہے۔ جب پوچھا جائے کہ وہ کیسے ہوا تو بتاتے ہیں کہ پاکستان سے ہجرت کر کے لوگ آئے ہیں۔ حالانکہ مجھے پاکستان سے ہجرت کرنے والوں کی نسبت ان لوگوں میں بہت زیادہ دلچسپی ہے جن کی ہجرت میں محمد رسول اللہ ﷺ نے دلچسپی ظاہر فرمائی اور وہ ہجرت بد وطن سے ہجرت کر کے نیک وطن میں داخل ہونا ہے۔ پس آنحضرت ﷺ کو جس ہجرت میں دلچسپی ہے اور ہمیشہ رہے گی کیونکہ آپ اس پہلو سے ایک زندہ نبی ہیں، آپ کی دلچسپیاں بھی قیامت تک زندہ رہیں گی اس پیمانے سے جب دیکھا جائے تو مجھے یہ بات بھلا کیا خوش کر سکتی ہے کہ اضافہ ہوا ہے ماشاء اللہ پاکستان سے بیس، تیس، چالیس، پچاس ہجرت کرنے والے یہاں آگئے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ جنہوں نے پاکستان سے ہجرت کی، یہاں آنے کے بعد ان کی ہجرت کس طرف ہے۔ اگر ان کے معصوم بچے یہاں کی تربیت حاصل کر کے، ان کی معصوم بچیاں ان کے ماحول میں مل جل کر وہ بے دین ہونے لگیں اور نفسی آزادی اور نفسانی خواہشات کی بے دھڑک پیروی کرنا ان کے نصیب میں لکھا جائے تو یہ ہجرت کیسی ہجرت ہے۔ یہ تو اچھے شہر سے برے شہر کی طرف ہجرت ہوگی اور آنحضرت ﷺ نے جس ہجرت کا ذکر فرمایا ہے وہ تو بالکل برعکس ہے۔

پس یہ وہ ہجرت ہے جس کے ذریعے تعداد بڑھنی چاہئے اور یہ ہجرت اندرونی طور پر بھی دکھائی دینی چاہئے اور بیرونی طور پر بھی دکھائی دینی چاہئے۔ اندرونی طور پر اس طرح کہ آپ میں ہر روز ایسے نوجوان، ایسے بوڑھے مرد اور عورتیں بلکہ بچے بھی پیدا ہوں جو اپنے اندر یہ پاک تبدیلی پیدا کریں، یہ عہد کر لیں ایک دن، جاگ اٹھیں۔ اپنی برائیوں کی فہرست بنائیں اور معلوم کریں کہ ان کی شکل ہے کیا۔ ایک وہ شکل ہے جو وہ دنیا کو دکھاتے ہیں باوجود کوشش کے پھر بھی اس کے سارے عیوب چھپا نہیں سکتے۔ لیکن ایک وہ شکل ہے جو اپنے اندر چھپائے بیٹھے ہیں وہ شکل اس سے بہت زیادہ بھیانک ہے جو دنیا دیکھ رہی ہے اور اس شکل کو دیکھے بغیر اس کے داغ دور کرنے کی طرف توجہ کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ اور سب سے زیادہ اس شکل کو دیکھنے والا خدا تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہے جو ہر انسان کے اندرونہ کی تفصیل جانتا ہو وہ ایسی ایسی باریکیوں

کو بھی جانتا ہے، ایسے ہلکے داغوں کو بھی دیکھ رہا ہے جو خود انسان کی اپنی نظر میں ہی نہیں آسکتے۔ مگر خدا کے بعد اگر کوئی ہے تو ہر شخص خود ہے جو چاہے تو اپنے داغ دیکھ سکے مگر مصیبت ہے اور بہت بڑی مصیبت ہے کہ داغ دیکھ سکتا بھی ہے تو دیکھتا نہیں۔ اور اگر کوئی توجہ دلائے تو اس کے خلاف غصہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ تو اپنے داغ دیکھ تیرے اندر کتنے کتنے داغ ہیں خواہ اس نے نیکی اور بھلائی کی خاطر بات کی ہو مگر جب کسی کی کمزوری اس کو یاد دلائی جائے تو بڑے غصے سے بھڑک اٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ تو کون ہوتا ہے میرے معاملات میں دخل دینے والا، اپنا حال دیکھ۔ اور بسا اوقات جس کو کہتا ہے اپنا حال دیکھ نہ وہ اپنا حال دیکھتا ہے نہ یہ اپنا حال دیکھتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا تھا میں نے بہت غور کیا ہے ان معاملات پر اور گہری نظر سے میں دیکھتا ہوں کہ اکثر نصیحت کرنے والے حقیقت میں نیک نیتی سے نہیں کرتے بلکہ جب ان کو کوئی غصہ ہو، جب ناراضگی ہو تب وہ دوسرے کو اس کی برائیاں دکھاتے ہیں اس سے پہلے خاموش بیٹھے رہتے ہیں اس لئے پہلا قدم ہی منحوس ہے۔ عورتوں کے معاملات میں تو خاص طور پر یہ بات صادق آتی ہے۔ بڑے گہرے تعلقات ہوتے ہیں اور ایک دوسری کی برائیاں جانتی ہیں بلکہ بعض دفعہ مبالغہ کر کے بھی دیکھ رہی ہوتی ہیں لیکن جب تک آپس میں اختلاف نہ ہو، جب تک کوئی انتقام نہ لینا ہو اس وقت تک وہ برائی بتاتی نہیں ہیں اور جب بتاتی ہیں تو غصے کی وجہ سے بتاتی ہیں جس سے اور غصہ پیدا ہوتا ہے۔ نفرت سے بتاتی ہیں جس کے پیٹ سے اور نفرت پیدا ہوتی ہے اور اسطرح بجائے اس کے کہ ایک دوسرے کو اس کی کمزوریوں سے آگاہ کرنے میں مدد دینا، فائدہ پہنچائے الٹا نقصان پہنچا دیتا ہے۔

پس سب سے اچھا علاج یہ ہے کہ خود جاگیں کیونکہ اگر آپ جاگ کر اپنے آپ کو دیکھیں گے اور اپنے آپ کو بد کہیں گے تو اس کا غصہ کسی پر نہیں ٹوٹے گا۔ آپ کا نفس آپ کے خلاف بغاوت نہیں کرے گا بلکہ صرف آپ ہیں جس کے سامنے آپ کا نفس سر جھکا سکتا ہے۔ پس اس سے زیادہ اور کوئی نصیحت ممکن نہیں کہ توابین میں ہو جائیں۔ توابین سے مراد یہ نہیں ہے کہ لوگ ان کو توجہ دلا رہے ہوں۔ 'توابین' کا مطلب ہے وہ خود اپنے دل میں اپنی کمزوری کا ایک احساس بیدار کر لیں کہ اپنی کمزوری سے خود شرمندہ ہونے لگیں۔ اپنی بیماری کے احساس سے وہ دور بھاگنے لگیں اور اس گھبراہٹ میں وہ چاہیں کہ وہ ٹھیک ہو جائیں اور یہ مثال صرف روحانی بیماریوں میں نہیں، جسمانی بیماریوں میں بھی ہمیں اسی طرح دکھائی دیتی ہے۔ ایک انسان جس کے اندر کینسر پل رہا ہے بسا اوقات غفلت کی حالت میں رہتا ہے تو کینسر اس کو دکھائی بھی نہیں دیتا۔ اب جب میں یہاں آرہا تھا تو ایک دن پہلے مجھے ایک خاندان والے ملنے آئے اور اپنے ایک عزیز کے متعلق انہوں نے یہی بتایا کہ کینسر تھا لیکن ایک لمبے عرصے سے جس کو کینسر تھا اس کو پتہ ہی نہیں چلا۔ کیونکہ بعض دفعہ اگر شوگر کی بیماری یعنی ذیابیطس ہو تو درد کے احساس میں کمی واقع ہو جاتی ہے اور وہ جو باریک ریشے نسوں کے درد کی کیفیت کو دماغ کی طرف منتقل کرتے ہیں ان کے اوپر شوگر یعنی میٹھا جم جم کے انہیں ماؤف کر دیتے ہیں۔ وہ ماؤف ہونے کی وجہ سے باوجود اس کے کہ تکلیف موجود ہے آگے اس کے دماغ کو اطلاع نہیں کرتے۔ چنانچہ جس مریض کی بات ہو رہی ہے اس کو بھی ذیابیطس تھی اور ڈاکٹروں کا یہی خیال ہے کہ اس وجہ سے وہ کینسر اندر اندر پھیلتا رہا ہے اور پتہ بھی نہیں لگا اور اب جو منزل پہنچ گئی وہ ایسی ہے کہ جس کے متعلق ڈاکٹروں نے ہاتھ کھینچ لئے ہی۔ انہوں نے کہا نہ دوا ممکن ہے نہ ہم تیار ہیں کسی قسم کی دوا کی کوشش کرنے کیلئے کیوں اب جو بھی ہم اصلاح کرنے کی کوشش کریں گے اس کی تکلیف میں اضافہ ہوگا۔

تو دیکھو توبہ کا وقت بعض دفعہ اس طرح گزر جاتا ہے کہ جن کو خدا تعالیٰ نے اصلاح کی صلاحیتیں بخشی ہوں وہ بھی ہاتھ اٹھا لیتے ہیں کہ ہم میں طاقت نہیں رہی۔ اور جو ذیابیطس ہے یہ کوئی جسمانی بیماری صرف نہیں بلکہ روحانی بیماری بھی یہی ہے۔ دنیا کے میٹھے کی چاٹ پڑ جانا اس ایسے انسان کو اپنے اندرونی کڑواہٹوں کے احساس سے بے خبر کر دیتا ہے۔ اور روحانی بیماریاں موجود ہیں مگر ان کا دکھ محسوس نہیں کرتا، جب وہ دکھ محسوس نہیں کرتا تو بسا اوقات وہی حال ہوتا ہے جو اس مریض کا ہوا جس کے متعلق اس کے عزیز گھبرائے ہوئے میرے پاس پہنچے کہ اب تو ڈاکٹر کہتے ہیں کہ ہمیں پتہ ہے کیا ہے لیکن ہم نے اصلاح کی کوشش بھی نہیں کرنی کیونکہ اب وقت گزر چکا ہے۔

تو پیشتر اس کے کہ وہ وقت گزر جائے جب کہ اس کی بیماریاں بالآخر سر اٹھائیں اور دکھائی دینے لگیں اور بہت طبیعت کو بری لگیں لیکن ان کی اصلاح کا وقت نہ ہو تو خواہ موت اچانک آجائے یا ایسے وقت میں بیدار ہو انسان کہ جب اصلاح کا وقت گزر چکا ہوتا ہے اس سے پہلے پہلے بیدار ہونے کی ضرورت ہے۔ اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے اپنے نفس کو خود پہچانیں اور خود اس کو پکڑیں کیونکہ بیرونی آواز کے خلاف آپ کو ضرور رد عمل ہوگا اور بہانے بنانا تو انسان کی فطرت میں ایسا داخل ہے کہ اگر یقین بھی ہو کہ سمجھانے والا خالصتاً نیک نیت سے سمجھا رہا ہو پھر بھی اس کو جواب میں یہی کہتے ہیں کہ جی آپ کو نہیں پتہ، ناانصافی ہو گئی ہے غلط رپورٹیں کرنے والوں نے آپ کو ہم سے بدظن کر دیا ہے۔ چنانچہ اکثر میرا یہی تجربہ ہے۔ بعض دفعہ کسی کے متعلق شکایتیں پہنچتی ہیں کہ یہ حال ہو گیا ہے اس کا، سوسائٹی اس سے بیزار بیٹھی ہے اس کو سمجھانے کی کوشش کریں تو جب سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے تو ان کے لمبے چوڑے خط آتے ہیں کہ آپ کو تو لوگوں نے یکطرفہ باتیں کر کے بہکا دیا ہے ہم تو ایسے نہیں۔ ہم تو بالکل صاف ستھرے اور پاک لوگ ہیں، صاف انکار کر دیتے ہیں۔ حالانکہ ساری سوسائٹی گواہ ہوتی ہے کہ وہ حد سے گزر چکے ہیں اب لیکن آدمی یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ تم جھوٹ بول رہے ہو کیونکہ بعض دفعہ جھوٹ کا بھی انسان کو نہیں پتہ چلتا۔ اپنے دفاع میں واقعۃً انسان اپنے آپ کو سچا سمجھتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ جو سخت جھوٹا ہے اس کو بھی آپ جھوٹا کہیں تو بعض دفعہ ایسا رد عمل دکھاتا ہے کہ خون لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے، ہیں! تم کون ہوتے ہو مجھے جھوٹا کہنے والے یعنی وہ شخص جس کو ساری دنیا جھوٹا جانتی ہے اس کو اگر منہ پر کہہ دیا جائے کہ جھوٹا ہے تو اس کو برداشت نہیں کرتا۔

تو انسانی بیماریوں کا تو یہ حال ہے اور ہمیں پیدا کیا گیا ہے ان کو دور کرنے کے لئے، اس لئے جب میں مسلسل خطبات میں آپ کو توبہ کا مضمون سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں، بیدار کرنے کی کوشش کرتا ہوں تو اکتائیں نہیں، مجھے معذور سمجھیں اس بات میں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ ایسا مضمون ہے جو آسانی کے ساتھ دل تک پہنچا نہیں کرتا۔ انسان سمجھتا ہے اچھا ہے مگر یہ سمجھتا ہے کہ دوسروں کے حق میں اچھا ہے۔ جب اپنے اوپر بات آئے تو وہاں اس کی قبولیت کے دروازے بند ہو چکے ہوتے ہیں۔ اور اگر کھولتا بھی ہے تو گھبراتا ہے کیونکہ اندھیروں میں رہتے رہتے روشنی بری لگنے لگتی ہے۔

پس اس لئے آپ دعائیں کریں اور اس ذمہ داری کو ادا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں اور مرکزی دعا کا نکتہ وہی ہے جو سورہ فاتحہ کی مرکزی آیات ہیں اور ہر نماز میں آپ ان کی تلاوت کرتے ہیں۔ ان کو ہوش سے، کم سے کم ان کو تو ہوش سے پڑھیں ﴿ایاك نعبد و ایاك نستعین﴾ اے ہمارے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرنا چاہتے ہیں۔ فیصلہ کر لیا ہے کہ تیرے سوا اور کسی کی عبادت نہیں کریں گے۔ اور اتنا مشکل کام ہے، ایسا بڑا دعویٰ ہے کہ ﴿ایاك نستعین﴾ مدد بھی تجھ سے مانگتے ہیں۔ تو توفیق دے گا تو ہمیں یہ نصیب ہوگا ورنہ یہ نصیب ہو نہیں سکتا۔ پس اس انکسار کی حالت تک پہنچ کر اپنے آپ کو بالکل بے بس دیکھتے ہوئے اور جانتے ہوئے، یقین کرتے ہوئے پھر جب خدا تعالیٰ سے آپ یہ دعا کریں گے کہ ﴿ایاك نعبد و ایاك نستعین﴾ تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ سے ہی مدد چاہتے ہیں تو آپ کے اندر انقلاب برپا ہوگا اور وہ انقلاب ایسا نہیں ہوگا جو پھر دکھائی نہ دے کیونکہ جس کے اندر شعور جاگتا ہے اس کا جاگنا دنیا دیکھ لیا کرتی ہے۔

دیکھو نبیوں کا شعور جب جاگتا ہے تو کل عالم کو ہلا دیا کرتا ہے۔ قوموں کے اندر ایک ارتعاش پیدا کر دیتا ہے۔ پس وہ شعور جگائیں جس شعور کا جاگنا اسلام کے لئے لازم ہے۔ وہ شعور جگائیں جو عالمی انقلاب کے لئے ضروری ہے۔ آنحضرت ﷺ کا جس طرح شعور جاگا اور ساری دنیا کی اصلاح کے لئے آپ بے قرار و بے چین ہو گئے اسی طرح اپنے شعور کو پہلے اپنی اصلاح پر تو آمادہ کریں۔ اپنے چھوٹے سے عالم کی جو آپ کے نفس کا عالم ہے جو آپ کے سینے کے اندر چھپا ہوا ہے، جو باہر دنیا کو دکھائی بھی نہیں دیتا جو آپ کے بازوؤں میں سمٹا ہوا ہے اس کو تو پہچانیں، اس کو تو دیکھیں، اس میں انقلاب پیدا کرنے کی تو تمنا دل میں پیدا کریں۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو میں یہ آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پھر آپ چھپے ہوئے وجود نہیں رہیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ میرا بھی تو یہ حال تھا یعنی اور معنوں میں فرماتے ہیں مگر بات وہی ہے کہ مجھے تو کوئی جانتا نہیں تھا، میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہیں تھی۔ اور یہ بے بسی کے عالم میں نہیں بتا رہے انبیاء چاہتے ہیں کہ وہ نہ پہچانے جائیں۔ انبیاء جنہوں نے نبی بننا ہو وہ اپنی نیکیاں چھپاتے پھرتے ہیں جس طرح غیر نبی اپنی بدیاں چھپاتے پھرتے ہیں۔ مگر ایک وقت ایسا آتا ہے کہ جب ان کو خدا تعالیٰ بیدار کرتا ہے بنی نوع انسان کی اصلاح کے لئے تو ان کا جاگنا ایک عالم کا جاگنا ہو جاتا ہے۔ ان کے دل کی بے قراری سب عالم کی بے قراری بن جاتی ہے یہ ہو نہیں سکتا کہ پھر وہ چھپے رہیں۔

بشکریہ الفضل انٹرنیشنل لندن

شریف جیولرز
پروپرائیٹر حنیف احمد کامران۔ حاجی شریف احمد
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ۔ پاکستان۔ 649-04524 ☎
روایتی زیورات
جدید فیشن
کے ساتھ

(دوسری قسط آخری)

آزادئ ضمیر اور مذہبی رواداری

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے نظیر تعلیم کے آئینہ میں

تقریر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ قادیان بر موقع جلسہ سالانہ ۱۹۹۶

احباب کرام! کیسی عظیم الشان ہے یہ تعلیم اور کتنا نرالا ہے یہ مسلک کہ جنہوں نے آپ کے مذہب کو مٹانے اور نیست و نابود کرنے میں کوئی دقیقہ باقی نہ اُٹھا رکھا تھا اور آپ کے معبود حق کے مقابلہ میں اُحد کے میدان میں لات اور عزیٰ اور ھبل کے نعرے مار کر آپ کو سخت تکلیف دی تھی! انہیں کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ ان کے معبودوں کو اگرچہ ان میں کوئی علامت معبود کی نہیں پھر بھی کچھ برا نہ کہو کیونکہ اس طرح ان کے جذبات اور احساسات کو ٹھیس پہنچے گی۔ رواداری کی دنیا میں ایسی کوئی مثال نہیں ملتی کہ کسی نے اپنے دشمن اور خون کے پیاسوں کے جذبات اور احساسات کا اس قدر احترام کیا ہو۔

پھر جس طرح مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ ہر شخص کو اپنا مذہب نہایت ہی محبوب اور پسندیدہ ہوتا ہے اسی طرح مشاہدہ سے یہ بھی ثابت ہے کہ ہر شخص اپنے مذہبی پیشوا کی عزت و احترام کی خاطر اپنی جان تک کی بازی لگا دیتا ہے چنانچہ آج ملک کے اندر بھی اور باہر بھی خانہ جنگی اور لڑائیاں بسا اوقات صرف اس بات پر ہو رہی ہیں کہ ایک مذہب کے لوگ دوسرے مذہب کے پیشوا کو وہ عزت و مقام نہیں دیتے جس کے وہ واقعی سزاوار ہیں۔ مگر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھئے کہ آپ نے باوجود دوسروں کے ہاتھوں دُکھ اُٹھانے کے ان کے پیشوا اور رہبر کے احترام کو قائم کر کے ان کی اس طرح دلداری کی کہ اگر آج دنیا اس ڈگر پر چل پڑے تو خانہ جنگیوں اور لڑائیں کا نشان تک مٹ جائے۔ **چنانچہ آپ نے تمام قوموں کے پیشوا کی عزت و** احترام کو قائم کرنے کی خاطر خدا تعالیٰ کے کلام کو لوگوں کے سامنے پیش فرمایا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وان من اُمّة الا خلا فیها نذیر (فاطر ۲۴)

کہ ہر قوم میں خدا کی طرف سے انتباہ کرنے والے آئے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلاتے رہے اور بری باتوں سے اجتناب کی تلقین کرتے رہے۔ نیز فرمایا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

ولقد بعثنا فی کل امة رسولا ان اعبدوا اللّٰه واجتنبوا الطاغوت (نحل ۳۷)

کہ ہم نے تمام قوموں کی طرف رسول اس لئے مبعوث کئے کہ لوگ ایک خدا کے عبد بن جائیں اور بُری باتوں سے اجتناب کریں۔

☆- گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصل الاصول کو پیش فرما کر اُمّت مسلمہ کو آگاہ فرما دیا کہ خواہ ایک غیر مسلم تم پر کتنا ہی ظلم کیوں نہ ڈھائے اور تمہارا دل کیوں نہ دکھائے تم پر یہ لازم ہے کہ اس کے پیشوا کی عزت و احترام کو قائم رکھو اور اس کی دلداری کرو نہ کہ دلآزاری اور آپ نے اپنے عمل سے اس کی یہاں تک وضاحت فرما دی کہ اپنے مذہب کی خوبیاں اور اپنے پیشوا کی برتری بھی اس طور پر بیان نہ کرو کہ جس میں دوسرے مذہب کے بانی کے مرتبہ کو گرانے کی کوشش ہو۔

چنانچہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک مرتبہ ایک مسلمان اور یہودی کے درمیان جھگڑا ہو گیا۔ مسلمان نے کہا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب جہانوں پر فضیلت دی۔ اور یہودی نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے موسیٰ کو سب جہانوں پر فضیلت دی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ مسلمان نے یہودی پر ہاتھ اُٹھا لیا۔ یہودی کے دل کو سخت صدمہ پہنچا۔ اس نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شکایت کی۔ رحمۃ للعالمین اس مسلمان پر سخت ناراض ہوئے اور حضرت موسیٰ کی ایک جزوی فضیلت بیان کر کے اس یہودی کی دلداری فرمائی۔ (مشکوٰۃ)

اس واقعہ میں اگرچہ مسلمان نے اپنا عقیدہ بیان کیا لیکن عقیدہ کے بیان سے ایک غیر مسلم کی دلآزاری ہو رہی تھی اس لئے رحمۃ للعالمین نے نہ صرف یہ کہ اس یہودی کی دلآزاری کا مداوا دلداری سے فرمایا بلکہ آئندہ کے لئے اپنے حسین مسلک کی وضاحت فرما دی کہ عقیدہ کے اظہار سے اگر کسی غیر مسلم کے پیشوا کا استخفاف ہو رہا ہو تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مذہب میں اس کی کوئی گنجائش موجود نہیں۔

پھر ایک دوسرے موقعہ پر جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے مکہ واپس آ رہے تھے۔ راستے میں آپ کو عداس نامی ایک شخص ملا۔ جس نے آپ سے ذکر کیا کہ میں نینوا کا رہنے والا ہوں۔ سبحان اللہ! کتنا خیال ہے آپ کو اس غیر مسلم کا۔ آپ نے بے ساختہ فرمایا نینوا!! یونس کا شہر۔ یونس میرے بھائی تھے۔ میں اسی خدا کا رسول ہوں جس نے یونس کو مبعوث کیا تھا۔

پھر اس سے بڑھ کر ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے جو بے مثال مذہبی رواداری کا سلوک فرمایا وہ بھی آپ کی عظمت اور بلند ترین شخصیت کا ہی حصہ ہے۔ چنانچہ تاریخ کی شہادت موجود ہے کہ ایک مرتبہ نجران کے کچھ عیسائی تحقیق حق کی غرض سے مدینہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مسجد نبوی میں دیر تک محو گفتگو رہے۔ دوران میں ان کی عبادت کا وقت آ گیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی کہ وہ باہر کسی دوسری جگہ جا کر اپنی عبادت کا فریضہ بجا لائیں۔ تو آپ نے اللہ جل شانہ کے ارشاد کے مطابق کہ :-

من اظلم ممن منع مساجد اللّٰه ان یذکر فیها اسمهٗ

کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہے جو مسجدوں سے لوگوں کو اس بات سے روکے کہ وہ اس میں اللہ کی عبادت کریں۔ فرمایا۔ ایسا نہیں۔ یہ تو خدا کا گھر ہے۔ اسی کی عبادت کے لئے بنایا گیا ہے۔ اس لئے باہر جا کر عبادت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بے شک آپ یہیں پر اپنے ڈھنگ سے عبادت کر سکتے ہیں۔ چنانچہ ان عیسائیوں نے عین مسجد نبوی میں مشرق کی طرف منہ کر کے اپنی عبادت کے مراسم ادا کئے۔

پس یہ کیسی حسین مثال ہے مذہبی رواداری کی اور کتنا نرالا ہے انداز ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کتنے ہیں جو اپنی عبادت گاہوں میں دوسرے مذاہب کے لوگوں کو اپنے طریق پر عبادت کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور کتنے ہیں جو اُنہیں کے سامنے اُنہیں کی عبادت گاہوں میں اپنے ڈھنگ سے عبادت کرتے ہیں۔

غیر مسلموں کے ساتھ رواداری کی یہ راہ جو رحمۃ للعالمین کے مبارک وجود سے اُستوار ہوئی اگر دنیا آج اس پر چل پڑے تو بلا شک فتنہ و فساد اپنی جڑوں سمیت ہمیشہ ہمیش کے لئے نیست و نابود ہو جائے اور اس کی جگہ پر امن و آمان کی ایک ایسی فضا قائم ہو جائے جس کے لئے دنیا بڑی حسرت کے ساتھ مدّتوں سے خواب دیکھ رہی ہے۔

پھر ہجرت کا چوتھا سال تھا۔ اس سے قبل مکہ کے غیر مسلموں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کے ظلم و تعدی اور جور و جفا کرنے کے بعد بالآخر وطن عزیز سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مدینہ آنے پر بھی چین کا سانس نہ لینے دیا تھا اور دوسری اور تیسری ہجری میں فوج کشی کے ذریعہ آپ کو اور آپ کے ماننے والوں کو کچلنے کے لئے اور اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے بدر اور اُحد کے میدان میں حملہ آور ہو چکے تھے کہ مکہ میں ایک بہت بڑا قحط پڑا۔ جب رحمۃ للعالمین کو اس بات کی اطلاع ہوئی کہ مکہ کے غیر مسلم اس قحط سے سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ غرباء کو سخت مشکلات کا سامنا ہے۔ تو مالک ارض و سماء کے اس پیغمبر نے جو انسانیت کے لئے رحم مجسم تھا تڑپ گیا اور ازراہ ہمدردی مکہ کے غیر مسلم غرباء کے لئے قطع نظر اس کے کہ ان کے ہاتھوں کیا کیا دُکھ اُٹھایا تھا چاندی کے کچھ سکے بھجوائے۔

جب بھی آپ کے پاس کوئی آتا بلا لحاظ مذہب و ملت اس کی عزت و تکریم کا پورا پورا خیال رکھتے اور اپنے ماننے والوں کو تاکید فرماتے کہ جب بھی تمہارے پاس کسی قوم کا کوئی معزز آدمی آئے تو تم پر لازم ہے کہ تم اس کی عزت و تکریم کا پورا پورا خیال رکھو۔

پھر جب شام کا ملک فتح ہوا اور وہاں کی عیسائی آبادی اسلامی حکومت کے ماتحت آ گئی تو ایک دن جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت سہل بن حنیف اور حضرت قیس بن سعد قادسیہ کے شہر میں کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے پاس ایک عیسائی کا جنازہ گزرا۔ یہ دونوں اصحاب اسے دیکھ کر تعظیماً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک مسلمان نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صحبت یافتہ نہ تھا اور اس ضابطہ اخلاق سے نا آشنا تھا جس کی بناء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی۔ یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا اور ان دونوں احباب سے کہا کہ یہ تو ایک عیسائی کا جنازہ تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہاں! ہمیں معلوم ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی طریق تھا کہ آپ دوسرے مذاہب کے لوگوں کے جنازہ کو دیکھ کر کھڑے ہو جاتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ کیا ان میں خدا کی پیدا کردہ جان نہیں ہے" (بخاری ابواب الجنائز)

پھر آپ نے اپنی اُمت کو یہ بھی حکم دے رکھا تھا کہ -جب کوئی غیر مسلم تمہارے پاس تحقیق حق کے لئے آئے خواہ وہ ایمان لائے یا نہ لائے تم پر واجب ہے کہ تم اسے امن کی جگہ پر جہاں وہ چاہے اپنی حفاظت میں چھوڑ آؤ۔

اور پھر یہیں پر بس نہیں بلکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف غیر مذاہب کے زندوں کی ہی عزت و تکریم کی بلکہ انکے مُردوں کی بھی اسی رنگ میں عزت و تکریم کر کے ان کے احترام کو دلوں میں بٹھایا۔ چنانچہ ایک مرتبہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے کہ ایک جنازہ گزرا۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ جنازہ مسلمان کا تھا۔ اتفاق کی بات ہے کہ اس کے بعد ایک جنازہ اور گزرا۔ آپ پھر اس کے احترام کی خاطر کھڑے ہوئے۔ یہ جنازہ ایک یہودی کا تھا۔ کسی نے کہا حضور! یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ نے فرمایا :-

اَلَیسَ نَفسًا (بخاری کتاب الجنائز)

کہ کیا یہ انسان نہیں؟ کیا یہ خدا کی مخلوق نہیں؟

سبحان اللہ۔ کتنا بلند تخیل ہے کس قدر دلکش انداز ہے کہ صرف دو لفظ سے ہر انسان کو قابل احترام بنا دیا۔ کیا مذہبی رواداری کی اس سے بھی بڑھ کر کوئی مثال ہو سکتی ہے؟

پھر وہ معاہدات جو کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں سے کئے۔ کتنا ہی بڑا مفکر کیوں نہ ہو جب بھی ان پر نظر ڈالے گا سوائے اس کے اور کچھ نہ کہہ سکے گا کہ آپ کے معاہدات صرف اور صرف مذہبی آزادی اور مذہبی رواداری کی بنیاد پر ہی قائم کئے گئے تھے۔

چنانچہ ہجرت کے بعد سب سے پہلا معاہدہ جو مدینہ کے یہود اور اِرد گرد کے غیر مسلم باشندگان سے ہوا وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہبی نقطۂ نظر کی وضاحت کرتا ہے اور آپ کے عالی مرتبہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اس معاہدہ کا ایک فقرہ مؤرخ ابن ہشام نے یوں نقل کیا ہے۔

اِنَّ یَهودَ بنی عوف امة مع المومنین (ابن ہشام صفحہ ۳۰۶ مصری)

کہ مسلمان اور یہود مل کر ایک قوم ہونگے۔ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قومیت کا کیا خوب تصور پیش فرمایا ہے کہ ایک علاقہ میں باوجود مختلف ذہنی رجحانات اور مذاہب رکھنے کے ہم سب ایک قوم ہونگے۔

پھر اقتدار میں آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ فرمان آزادی جو آپ نے اوّل اوّل عبرانی عیسائیوں کو عطا فرمایا تھا اور بعد میں ممالک اسلامی کے تمام عیسائیوں تک وسیع کر دیا گیا تھا۔ اس کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں :-

"کسی بشپ کو اس کے کلیسا سے، کسی راہب کو اس کے راہب خانہ سے اور کسی عابد پادری کو اس کے صومعہ سے علیحدہ نہیں کیا جائے گا۔ سب کو مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کی کامل آزادی ہوگی۔ ان کے گرجے اور عبادت گاہیں برباد اور ویران نہیں کی جائیں گی۔ ان

کے گرجوں کا سامان مساجد یا مسلمانوں کے مکانات بنانے میں استعمال نہ ہوگا جو مسلمان اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرے گا وہ خدا اور رسول کا نافرمان ٹھہرے گا"

پھر آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور جانشینوں نے مذہبی رواداری کے اس پاک نمونہ کو زندہ و تابندہ رکھا۔ چنانچہ بے شمار تاریخی واقعات میں سے صرف چند کا ہی ذکر کیا جاتا ہے :-

☆- حضرت عمرؓ کے زمانہ میں جب یروشلم پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا تو اس موقعہ پر حضرت عمرؓ نے باشندگانِ یروشلم کو جو امن کی تحریر عطا کی اسکے الفاظ اپنے آقا و مطاع حضرت نبی اکرم صلی اللہ و سلم کی کامل پیروی اور کامل اتباع کی دلیل ہے۔ اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں :-

"یہ وہ امن نامہ ہے جو خدا کے غلام امیر المومنین عمر نے ایلیا کے باشندوں کو عطا کیا۔ یہ امان ان کے جان ومال، گرجا و صلیب، تندرست و بیمار اور ان کے تمام ہم مذہبوں کے لئے ہے۔ اس طور پر کہ ان کے گرجوں میں مسلمان رہائش نہیں کریں گے۔ نہ اُنہیں مسمار کیا جائے گا۔ نہ ہی ان کی صلیبوں اور دیگر اموال میں کوئی کمی کی جائے گی۔ مذہب کے بارہ میں ان پر کوئی جبر نہیں ہوگا۔ نہ ہی اُنہیں کسی قسم کی تکلیف دی جائے گی"

☆- پھر حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کا ہی واقعہ ہے کہ آپ کے سامنے ایک یہودی اور مسلمان کا مقدمہ پیش ہوا۔ تو یہ جان کر کہ حق یہودی کا ہے۔ مسلمان کا مقدمہ خارج کر کے یہودی کے حق میں ڈگری دیدی۔ (موطا امام مالک)

☆- پھر آپ ہی کے عہد مبارک کا واقعہ ہے کہ ایک یہودی قتل ہوگیا۔ اور اس کے قاتل کا باوجود کوشش کے پتہ نہ چل سکا۔ جب حضرت عمرؓ کو اس کا علم ہوا تو انتہائی بے چینی اور بے قراری کے عالم میں آپ گھر سے باہر نکل آئے۔ مسلمانوں کو مسجد میں جمع کیا اور منبر پر چڑھ گئے اور اُنہیں مخاطب کرتے ہوئے انتہائی پُر شوکت الفاظ میں خطبہ دیا اور فرمایا :-

"خدا نے مجھے خلیفہ بنایا ہے اور اسلامی حکومت کی باگ ڈور میرے ہاتھ میں دی اب کیا میرے ہوتے ہوئے مخلوقِ خدا کا اس طرح خون ہوگا؟ تم لوگوں کو خدا کی قسم ہے کہ جسے اس واقعہ کے متعلق کچھ علم ہو مجھے بتائے"

اس پر ایک صحابی بکر بن شداخ کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے یا امیر المومنین! یہ قتل مجھ سے سرزد ہوا ہے۔ اس پر خلیفۂ اسلام نے فرمایا-

اللہ اکبر! تم اس کے قاتل ہو۔ تم سے قصاص لیا جائے گا ورنہ اگر کوئی بریت ہے تو پیش کرو" (اسد الغابہ ذکر بکر بن شداخ)

احباب کرام! انسان کی اصل شکل و صورت اس وقت تک پورے طور پر ظاہر نہیں ہوتی جب تک تنگی اور آسائش کے ہر دو زمانہ میں اسے آزمانہ لیا جائے۔ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ دونوں زمانے آئے اور ہر زمانے میں ہی آپ نسلِ انسانی کے لئے پیکر رحمت ثابت ہوئے۔ اپنے سوا دوسروں کے ساتھ کیا اس سے بھی بڑھ کر رواداری اور اعلیٰ اخلاق کی کوئی منزل باقی رہ جاتی ہے؟ سچ تو یہ ہے کہ-

محمد ہی نام اور محمد ہی کام
علیک الصلوۃ علیک السلام

چونکہ آزادیٔ فکر اور آزادیٔ ضمیر انسان کا پیدائشی حق ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ضابطہ اخلاق میں انسان کی اس آزادی کو نہ صرف تسلیم کیا بلکہ مذہبی معاملات میں جبر و تشدد کے خلاف ایک ایسا پُر امن لائحہ عمل تجویز کیا کہ جس پر چل کر مذہب کے نام پر ہونے والے خون کا ہمیشہ ہمیش کے لئے خاتمہ ہوگیا اور تمام اہل مذاہب کو پوری آزادی کے ساتھ اپنے مذہبی فرائض ادا کرنے کا ایک پاکیزہ ماحول عطا ہوگیا۔ چنانچہ آپ نے مذہبی معاملات میں آزادیٔ ضمیر کو قائم کرتے ہوئے اپنے نقطۂ نظر کی وضاحت کی اور انہی الفاظ میں اعلان فرمایا :-

لاإكراه فى الدين قد تبين الرشد من الغى (بقرہ ۳۴)

یعنی جب گمراہی اور ہدایت کی راہیں متعین ہوچکی ہیں اور حق و باطل کا فرق نمایاں ہوچکا ہے تو پھر ہر انسان کا یہ اپنا کام ہے کہ جس راہ کو وہ اپنے لئے چاہے پسند کرلے۔ اس لئے دین کے معاملہ میں جبر و تشدد کا خیال قطعاً جائز نہیں۔

پھر آپ نے اسلامی نقطۂ نظر کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ :-

قل يا يها الناس قد جاء كم الحق من ربكم فمن اهتدىٰ فانما يهتدى لنفسه ومن ضل فانما يضل عليها وما انا عليكم بوكيل- (یونس ۱۰۸)

یعنی میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں لوگوں کو اس حقیقت سے آگاہ کر دوں کہ اے لوگو! اب جبکہ تمہارے رب کی طرف سے ازراہ شفقت تمہارے پاس حق یعنی اسلام آگیا ہے تو تم میں سے جو بھی حق کو قبول کریگا اور ہدایت کے راستہ پر گامزن ہوگا تو اس کا فائدہ اسی کو ہوگا اور جو حق سے منہ کو پھیر کر باطل کو قبول کریگا وہ گمراہی کے راستہ پر چلے گا تو اس کا وبال اسی کی جان پر پڑے گا اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو سن لو کہ میں تمہاری ہدایت کا ذمہ دار نہیں ہوں۔

نیز اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اعلان فرمایا-

قل الحق من ربكم فمن شاء فليوٴمن ومن شاء فليكفر (کہف ۳۰)

یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ لوگوں کو میں یہ بتادوں کہ جو اسلامی ضابطہ اخلاق کی باتیں میں کر رہا ہوں در اصل یہی اسلام ہے جو حق ہے۔ پس چونکہ اسلام آزادیٔ ضمیر کا حامی ہے۔ اس لئے جو چاہے اسے قبول کرے اور جو چاہے انکار کردے۔

☆- پھر حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ارشادات ربانی کی جو عملی تشریح دنیا کے سامنے پیش کی اس کی چند مثالیں اور ملاحظہ کیجئے۔ حدیث کی کتاب "ابوداؤد" میں یہ روایت آتی ہے کہ :-

فلما اجليت بنو نضير كان فيهم من ابناء الانصار فقالوا لا ندع ابناء نا فانزل الله تعالىٰ لا اكراه فى الدين قد تبين الرشد من الغى-

یعنی بنو نضیر جب مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تو ان میں وہ لوگ بھی تھے جو انصار کی اولاد تھے۔ (اور منت کی وجہ سے یہودی ہوچکے تھے) انصار نے انہیں روک لینا چاہا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآنی آیت کے ماتحت کہ دین کے معاملہ میں جبر و تشدد جائز نہیں انصار کو ایسا کرنے سے روک دیا۔

☆- نیز اس وقت جبکہ مکہ فتح ہوچکا تھا اور عفوِ عام کے اعلان سے مکہ کی پوری غیر مسلم آبادی پُرسکون تھی مگر جن پر قتل کئے جانے کا حکم صادر ہوچکا تھا ان میں سے ایک عکرمہ بھی تھا۔ جو اپنے باپ کی طرح معصوم مسلمانوں کے ظالمانہ قتل کا ذمہ دار تھا اور مسلمانوں کے حلیف بنوخزاعہ کو تہ تیغ کرنے کا موجب و باعث بھی یہی تھا۔ اپنے متعلق قتل کئے جانے کا حکم سُن کر یمن کی طرف جارہا تھا۔ عکرمہ کی بیوی جو دل سے مسلمان تھی رحمۃ اللعالمین کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی، یارسول اللہ! میرے خاوند کو بھی معاف کردیں۔ پیکر رحمت نے اس اُبلا ناری کی درخواست کو ردنہ کیا۔ فرمایا! ہاں، ہاں! اُسے بھی معاف کرتے ہیں۔ عکرمہ کے قدم یمن کی طرف تیز تیز اُٹھ رہے تھے۔ اس کی بیوی پیچھے سے جا ملی اور بولی۔ لوٹ آ عکرمہ! اتنے شریف اور اتنے رحم دل انسان کو چھوڑ کر کہاں جا رہے ہو۔ عکرمہ رُک گیا اور بیوی سے کہا کہ کیا میری ساری ظالمانہ کارروائیوں کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے معاف کر دیں گے؟ بیوی نے کہا۔ ہاں ہاں! میں وعدہ لے چکی ہوں۔ رحمۃ اللعالمین نے تمہیں معاف کردیا ہے۔ اب عکرمہ شہنشاہ مکہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری بیوی کہتی ہے کہ آپ نے مجھے معاف کردیا ہے۔ عکرمہ کے ہاتھوں ہزاروں ہزار دکھ و تکلیف اُٹھاتے ہوئے بھی رحمۃ للعالمین نے فرمایا۔ درست ہے۔ عکرمہ پھر بول اُٹھا کہ یارسول اللہ! جب تک اسلام سمجھ میں نہیں آتا کیا میں اپنے دین پر قائم رہ کر مکہ میں رہ سکونگا؟ اللہ کے حبیب نے جواب دیا۔ پوری مذہبی آزادی و امان ہوگی۔ کچھ دیر نہ گزری تھی کہ عکرمہ کے منہ سے لا اله الا الله محمد رسول الله کی آواز صاف سنائی دینے لگی۔

☆- پھر حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت کے متعلق وثیق رومی کی ایک روایت آتی ہے :-

كنت مملوكا لعصر فكان يقول لى اسلم.... قال فابيت فقال لا اكراه فى الدين فلما حضرته وفاة اعتقنى- فال اذهب حيث شئت: (ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء)

یعنی وثیق رومی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانہ میں میں ان کا غلام ہوتا تھا آپ مجھ سے فرماتے رہتے تھے کہ مسلمان ہو جاؤ مگر میں انکار کرتا تھا اور حضرت عمرؓ یہ فرما کر خاموش ہو جاتے تھے کہ اچھا لاأكراه فى الدين یعنی دین کے معاملہ میں جبر جائز نہیں۔ پھر ان کی وفات کا وقت قریب آگیا تو انہوں نے خود بخود مجھے آزاد کردیا اور فرمایا کہ اب جہاں چاہتے ہو چلے جاؤ۔

احباب کرام! آزادیٔ ضمیر اور آزادیٔ مذہب کا یہ وہ اچھوتا انداز ہے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کہ دنیا کی کوئی تاریخ یا کوئی مؤرخ ایسا نہیں جو اس انداز کا کوئی انسان پیش کرسکے۔ یہ تو چند مثالیں ہیں ورنہ واقعات کثیرہ بذاتِ خود ایک مستقل عنوان ہے۔

پھر اسلام جب مختلف زمانوں سے گزرتا ہوا چودھویں صدی میں داخل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک وجود سے قائم انسانی اقدار اور آپ کی مذہبی رواداری کی حسین تعلیم مسلمانوں کی اپنی غفلت اور سستی کے نتیجہ میں مندرس ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے بروز کامل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث کیا اور غرض یہ تھی کہ وہ اخلاق فاضلہ کہ جس کی بنیاد آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی تھی اور ایک زمانہ تک دنیا کا ہر طبقہ اس سے متمتع ہوتا رہا پھر اسے اُنہیں بنیادوں پر قائم کیا جائے تاکہ اس زمانہ کے لوگ بھی رحمۃ اللعالمین کے فیض سے فیضیاب ہوں۔ چنانچہ بانیٔ جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے قرآن حکیم کی تعلیم اور اپنے آقا و مطاع حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے مطابق مختلف اقوام میں باہمی محبت و الفت پیدا کرنے اور ان کے جذبہ رواداری کو اُبھارنے کے خاطر ایک ایسا گراں قدر اصول پیش فرمایا کہ اگر تمام غیر مسلم اقوام اسے اپنالیں تو بلاشک باہمی منافرت کے بادل چھٹ جائیں گے اور اس کی جگہ محبت اور پریم کے گھٹا ٹوپ بادل ابرِ رحمت بن کر برسنے لگیں گے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں :-

"ہم اُن تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے خواہ وہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑہا دلوں میں ان کی عزت اور عظمت بٹھادی اور ان کے مذہب کی جڑ قائم کردی اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا۔ یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھلایا۔ اس اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آگئی ہے عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشواہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے" (تحفہ قیصریہ)

پھر غیر مسلموں کے جذبات و احساسات کا پورا پورا احترام کرنے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنے کی تلقین کرتے ہوئے ایک موقعہ پر اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"ہندو صاحبان کے ساتھ سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ اور سلوک اور مروت اپنی عادت کرو اور ایسے کاموں سے اپنے تئیں باز رکھو جن سے ان کو دکھ پہنچے مگر وہ کام ہمارے مذہب میں سے ہوں اور نہ فرائض مذہب ہے۔ پس اگر ہندو صاحبان ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی مان لیں اور ان پر ایمان لاویں تو یہ تفرقہ جو گائے کی وجہ سے ہے اس کو بھی درمیان سے اُٹھا دیا جائے۔ جس چیز کو ہم حلال جانتے ہیں ہم پر واجب نہیں کہ ضرور ہم اس کو استعمال بھی کریں۔ بہتیری ایسی چیزیں ہیں کہ ہم حلال تو جانتے ہیں مگر کبھی ہم نے استعمال نہیں کیں۔ ان سے سلوک اور احسان کے ساتھ پیش آنا ہمارے دین کے وصایا میں سے ایک وصیت ہے" (پیغام صلح)

تشدد اور ملائیت کی تردید

معزز سامعین! دشمنوں سے حُسن سلوک، غیر مسلموں سے رواداری اور آزادیٔ ضمیر کی یہ وہ حسین سیرت ہے جو بانیٔ اسلام سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں ظاہر ہوئی۔ آپ شفقت مجسم اور پیکر رحمت تھے اور یہ وہ حسین صفات ہیں جن کے گواہ آپ کے غلام ہی نہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو اسلام کے صفِ اول کے دشمن کہلاتے ہیں انہوں نے بھی آپ کی شفقت و رحمت اور آپ کے عدل و احسان اور آزادیٔ مذہب و آزادیٔ ضمیر کی گواہی کھلے لفظوں میں دی۔ لیکن بدقسمتی سے کہنا پڑتا ہے کہ آج وہ لوگ جو اس عظیم رسول کی محبت و غلامی کا دم بھرتے ہیں ان صفات سے عاری ہوچکے ہیں۔ آج وہ انہیں لوگوں پر ظلم کر رہے ہیں جو کلمہ طیبہ لا اله الا الله محمد رسول الله کے دل و جان سے پیرو ہیں جو اپنے آپ کو اسلام اور بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق و

فرمانبردار کہتے ہیں۔

پڑوسی ملک پاکستان میں قریباً پانچ دہائیوں سے اسلام کے نام لیوا ملاں اسلام کے پیروکاروں پر اسلام کے نام پر ہی ظلم و تشدد میں مصروف ہیں ابھی آپ کی خدمت میں خاکسار عرض کر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ! علیہم اجمعین کی تمام عمر غیر مسلموں کو پیار و محبت اور شفقت و احساں کے سلوک کے ساتھ کلمہ طیبہ کے پڑھانے میں گزری یہاں تک کہ اگر کوئی دشمن بھی خواہ کسی نیت سے کلمہ پڑھ کر مسلمان ہونا چاہتا اسے بھی پوری آزادی مرحمت فرمائی اور ایسے انسان کی نیّت پر شک کرنے پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ لیکن پاکستان میں کلمہ طیّبہ کے نمائشی نام نہاد نام لیواؤں نے پاکستان کے لاکھوں احمدیوں کو قانون بنا کر کلمہ طیّبہ پڑھنے اور لکھنے سے منع کر دیا ہے۔ چنانچہ اب تک پاکستانی عدالتوں میں کلمہ پڑھنے اور لکھنے کے جرم میں احمدیوں کے خلاف ۲۰۱ کیس چل رہے ہیں۔

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تو عیسائیوں کو بھی اس بات کی اجازت مرحمت فرماتے ہیں کہ وہ بے شک مسجد نبوی میں عبادت کریں۔ لیکن پاکستان کے ان ملاؤں نے اب تک پاکستان کی ٦٦ احمدیہ مساجد سے کلمہ طیبہ مٹادیا۔ ۹ مساجد کو شہید کر دیا گیارہ (۱۱) مساجد کو سیل کر دیا۔ سات (۷) مساجد کو آگ لگادی۔ تیرہ (۱۳) مساجد کی تعمیر میں رکاوٹ ڈال دی۔ پانچ (۵) مساجد پر جبراً قبضہ کر لیا۔ گویا احمدی اگر اپنی مساجد تعمیر کر کے اس میں اپنے رب کریم کی عبادت کریں تو ان مسلمانوں کے جذبات مجروح ہوتے ہیں۔

قرآن مجید کی تعلیم اور اس تعلیم کی روشنی میں سرورِ کائنات حضرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ کی جو حسین جھلک ابھی میں نے آپ کی خدمت میں پیش کی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مجید آزادیٔ مذہب اور آزادیٔ ضمیر کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔ آزادیٔ مذہب و آزادیٔ ضمیر کی ایسی واضح اور تفصیلی تعلیم کسی بھی مذہب نے پیش نہیں کی جس طرح کہ ہم قرآن حکیم میں پاتے ہیں اور جس پر رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں عمل کر کے دکھا دیا۔ لیکن معزز سامعین! خون کے آنسو روئیے کہ اسی قرآن حکیم کی اس واضح تعلیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تفصیلی عمل کے باوجود پاکستان کی عدالتوں میں اب تک ۱۱۳ ایسے مقدمات درج ہیں جن میں احمدیوں پر صرف اس بناء پر مقدمات درج کئے گئے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کیا۔ اسی طرح ۱۰۷ مقدمات اس لئے بنائے گئے ہیں کہ احمدیوں نے کسی دوسرے کو تبلیغ کی۔ اور اسی بناء پر اب تک ۴۴ احمدیوں کو شہید کر دیا گیا ہے اور پھر ۱۳ احمدیوں کی لاشوں کو قبروں سے اکھاڑ کر باہر پھینک دیا گیا ہے۔

احباب کرام! اس سے قبل بعض ملاں فرمانرواؤں کے متعلق یہ سنا جاتا تھا کہ انہوں نے زبردستی کسی کو اسلام میں داخل کر لیا لیکن آج تک یہ بات آپ نے کبھی نہیں سُنی ہوگی کہ کسی کو زبردستی اسلام سے خارج کیا جا رہا ہو، کلمہ پڑھنے سے جبراً روکا گیا ہو، نمازیں پڑھنے سے روکا گیا ہو، حج پر جانے سے روکا گیا ہو، مسجدیں بنانے اور مسجدوں کو مسجد کہنے سے روکا گیا ہو۔ اذان دینے سے روکا گیا ہو۔ یہ قابل شرم گھناؤنی بات آج پاکستان کے ملاؤں کے حصہ میں آئی ہے اور جہاں خدا رب العالمین نہ رہ کر اب ربّ المسلمین ہو گیا ہے۔

لیکن ہم تو اس پاک نمونہ کی بات کرتے ہیں جو سرورِ کائنات حضرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ظاہر فرمایا اور جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ کر مسلمانوں کو توجہ دلائی ہے کہ :-

لقد كان لكم في رسول اللّٰه اسوة حسنة

پس اللہ علیم و خبیر کی شہادت کے بعد اب کسی اور کی شہادت باقی نہیں رہ جاتی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں

آخر میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس پیش کر کے اپنی تقریر کو ختم کرونگا۔ چنانچہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں :-

"پھر جب دوسرا زمانہ آیا یعنی فتح اور اقتدار اور ثروت کا زمانہ تو اس زمانہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلیٰ اخلاق عفو اور سخاوت اور شجاعت کے ایسے کمال کے ساتھ صادر ہوئے جو ایک گروہ کثیر کفار کا انہیں اخلاق کو دیکھ کر ایمان لایا۔ دُکھ دینے والوں کو بخشا اور شہر سے نکالنے والوں کو امن دیا۔ ان کے محتاجوں کو مال سے مالامال کر دیا اور قابو پا کر اپنے بڑے بڑے دشمنوں کو بخش دیا۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپ کے اخلاق کو دیکھ کر گواہی دی کہ جب تک کوئی خدا کی طرف سے اور حقیقۃً راست باز نہ ہو یہ اخلاق ہرگز دکھا نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دشمنوں کے پُرانے کینے یک لخت دور ہو گئے۔ آپ کا بڑا بھاری خلق جس کو آپ نے ثابت کر کے دکھلا دیا وہ خلق تھا جو قرآن مجید میں ذکر فرمایا گیا ہے اور وہ یہ ہے۔ قُلۡ اِنَّ صلٰوتی و نُسکی وَ محیایَ وَ مماتی لِلّٰہِ رَبِّ العالمین۔ یعنی ان کو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا جینا خدا کی راہ میں ہے۔ یعنی اس کا جلال ظاہر کرنے کے لئے اور نیز اس کے بندوں کے آرام دینے کے لئے ہے تا میرے مرنے سے ان کو زندگی حاصل ہو... اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعی ہمدردی اور محنت اٹھانے سے بنی نوع انسان کی رہائی کے لئے جان کو وقف کر دیا تھا اور دعا کے ساتھ اور تبلیغ کے ساتھ اور ان کے جور و جفا اُٹھانے کے ساتھ اور ہر ایک مناسب اور حکیمانہ طریق کے ساتھ اپنی جان اور اپنے آرام کو اس راہ میں فدا کر دیا تھا" (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۸۸)

پس اے میرے اللہ! تو حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتدائے دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔

اللهم صل وسلم و بارک علیه واله واصحابه اجمعین۔ واخردعوٰنا ان الحمد للّٰه رب العالمین۔

"اسلام کیا چیز ہے وہی جلتی ہوئی آگ جو ہماری سفلی زندگی کو بھسم کر کے اور ہمارے باطل معبودوں کو جلا کر سچے اور پاک معبود کے آگے ہماری جان اور ہمارے مال اور ہماری آبرو کی قربانی پیش کرتی ہے"۔
(مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

بقیہ: صفحہ ۲

دوست سے ایک غیر مسلم نے سوال کیا جو انٹرنیٹ پر مختلف Religious Forums میں زیر بحث آیا اور اس دوران میرے بیٹے زبیر سے بھی وہ باتیں کرتا رہا۔ وہ احمدیہ علم کلام سے بہت متاثر ہوا ہے اور اس نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "ان مثل عیسٰی عنداللہ کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون" (آل عمران آیت ٦٠) ۔ اس کو اس آیت کے سمجھنے میں یہ مشکل پیش آئی ہے کہ "قال له" تو یہ سب ماضی کا قصہ ہے پھر "فیکون" مضارع کا صیغہ استعمال ہوا ہے حالانکہ زبان کے اعتبار سے یہاں "فکان" ہونا چاہئے تھا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کو عقل ہی کوئی نہیں اور پتہ ہی نہیں کہ "یکون" کا مطلب کیا ہے۔ یہ عراقی دوست تو عرب ہیں ان کو تو "قال له کن فیکون" کی سمجھ آنی چاہئے تھی۔

نہایت گہرا اور عارفانہ الٰہی کلام

قرآن کریم نے تخلیق آدم کا جو محاورہ استعمال کیا ہے اس کے مقابل بائبل یہ محاورہ استعمال کرتی ہے کہ اس نے کہا ہو جا اور وہ ہو گیا۔ یہ ایک بہت ہی Clumsy محاورہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں Spontanious Creation کا تصور ملتا ہے یعنی خدا نے آدم سے کہا ہو جا اور وہ اسی وقت ہو گیا۔ اس غلط محاورہ نے جو غالباً انسانوں نے بعد میں گھڑا ہے یا اس کے مفہوم کو نہیں سمجھ سکے کیونکہ بعض دفعہ ماضی کا لفظ مستقبل کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اس کا بھی سوال کرنے والے کو پتہ نہیں ورنہ بائبل کا یہ معمہ بھی حل نہیں کر سکے گا۔ بائبل جو کہتی ہے کہ اس نے کہا ہو جا تو وہ ہو گیا، یہ جو کہا گیا کہ ہو گیا یہ دراصل بائبل میں یقین دلانے کی خاطر تھا کہ یہ اتنا یقینی اور قطعی امر ہے کہ اگرچہ بعد میں ہوگا مگر ایسا یقینی ہے جیسے مٹھی میں ہو چکا ہے۔ اس مضمون کو بائبل کے پڑھنے والے یا تو سمجھ نہیں سکے یا لکھنے والے نے غلط لکھا ہوگا۔ مگر میرے خیال میں تو محاورہ بہت اعلیٰ تھا، لکھنے والوں کی غلطی نہیں، سمجھنے والوں کی غلطی ہے۔ قرآن کریم نے جو محاورہ استعمال کیا ہے وہ ہر قسم کے شک سے بالا ہے اور عین فطرت اور تخلیقی تقاضوں کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ جب یہ فرماتا ہے "کن" ہو جا تو "فیکون" کا مطلب ہوتا ہے وہ ہونا شروع ہو گیا اور ہو کر رہے گا۔ چونکہ "یکون" مضارع کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے ہوتا ہے، ہوگا۔ یعنی حال پر بھی حاوی ہے اور مستقبل پر بھی حاوی ہے اور یہ صحیح تصویر ہے جو ہر قسم کی تخلیق پر بعینہ اطلاق پاتی ہے۔ آدم کو جب کہا ہو جا تو اس کے متعلق اس کو سمجھنے میں یہ غلط فہمی ہوئی کہ گویا بائبل کی طرح مراد یہ ہے کہ وہ ہو گیا اور پھر اس کے لئے مستقبل کا صیغہ استعمال کرنا یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن کریم نے ہر جگہ یہی محاورہ استعمال کیا ہے۔ صرف آدم کی تخلیق میں نہیں۔ اس محاورہ کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی اللہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے اور کہتا ہے، کہ ہو جا تو وہ ہونی شروع ہو جاتی ہے اور ہو کر رہتی ہے اور اپنی تکمیل تک وہ لازماً پہنچتی ہے۔ یہ جو ترجمہ ہے یہ نہ صرف یہ کہ اعتراض سے بالا ہے بلکہ بہت ہی گہرے اور عارفانہ کلام پر دلالت کرتا ہے جو تخلیق کی ہر نوع پر اطلاق پاتا ہے۔ پس آپ اپنے بیٹے کو یہ نکتہ سمجھا دیں تاکہ وہ اس غیر مسلم کو ڈٹ کر جواب دیں۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

اعلانات نکاح و تقاریب رخصتانہ

۲۴ر اپریل ۱۹۹۷ء بمقام اسکوٹ بھون بی، ایچ روڈ شموگہ خاکسار نے عزیزہ سیما تبسم بنت مکرم مشتاق احمد صاحب آف بنگلور کا نکاح عزیزم سید ظفر اللہ ابن الحاج سید اللہ بخش کے ساتھ مبلغ دس ہزار روپے حق مہر پر پڑھا۔

۲- مورخہ ۲۵ر اپریل بعد نماز مغرب عزیزہ سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ بنت مکرم الحاج سید اللہ بخش صاحب آف شموگہ کی تقریب رخصتانہ عمل میں آئی عزیزہ کا نکاح عزیزم سید مزمل احمد ابن مکرم سید خلیل احمد صاحب مرحوم کے ساتھ قبل ازیں ہو چکا تھا۔

۳- مورخہ ۲۸ر اپریل ۹۷ء کو بعد نماز مغرب عزیزہ سعدیہ صدف بنت سید خلیل احمد صاحب مرحوم آف شموگہ کی تقریب رخصتانہ سید ولایت حسین ابن مکرم سید جہانگیر احمد صاحب آف حیدر آباد کے ہمراہ عمل میں آئی۔

۴- مورخہ ۲۵ر مئی بمقام N.G.O'S ہال شموگہ عزیزہ شبانہ فردوس بنت مکرم شیخ محمود صاحب آف شموگہ کا نکاح ہمراہ عزیزم ایس کے عبدالرزاق انیس ابن مکرم عبدالخالق صاحب آف شموگہ اٹھارہ ہزار روپے حق مہر پر خاکسار نے پڑھایا۔ اسی دن تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔

۵- مورخہ ۳۱ر مئی ۱۹۹۷ء بمقام اسکوٹ بھون بی ایچ روڈ شموگہ عزیزم ایم ناصر احمد ابن مکرم ایم نور احمد صاحب صدر جماعت سورب کا نکاح ہمراہ عزیزہ عائشہ سلطانہ بنت مکرم خضر محمود صاحب آف شموگہ بیس ہزار روپے حق مہر پر خاکسار نے پڑھا۔ احباب کرام سے ان رشتوں کے ہر جہت سے بابرکت ہونے کے لئے درخواست دعا ہے۔ (صغیر احمد طاہر مبلغ شموگہ)

درخواست دُعا

مکرم شفیق الدین خان صاحب ریٹائرڈ صوبے دار (جماعت احمدیہ کیرنگ) ٹائیفائڈ سے بیمار ہو کر بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ موصوف کی شفاء کاملہ عاجلہ کے لئے درخواست دُعا ہے۔ (اعانت بدر۔ ۵۰/ روپے) (شیخ ہارون رشید مبلغ سلسلہ کیرنگ)

دعائے مغفرت

مکرم سید مسعود احمد صاحب آف سرلونیا گاؤں (اڑیسہ) ۹۷-۵-ا بروز جمعرات صبح چار بجے بوجہ حرکت قلب بند ہو جانے کے اپنے مولیٰ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیه راجعون۔ بوقت وفات مرحوم کی عمر ۸۷ سال تھی۔ مرحوم نے اپنے پیچھے سوگوار بیوہ کے علاوہ دو لڑکیاں یادگار چھوڑی ہیں۔ موصوف صوم و صلوٰۃ کے پابند اور بہت دعا گو انسان تھے اس کے علاوہ بے شمار اوصاف حمیدہ کے مالک تھے تمام احباب سے مرحوم کی مغفرت اور بلندی درجات اور تمام پسماندگان کے صبر جمیل کیلئے درخواست دعا ہے۔ (سید فہیم احمد مبلغ سلسلہ یوپی)

جماعت احمدیہ بورکینا فاسو کے آٹھویں جلسہ سالانہ کا انعقاد

ممبرز آف پارلیمنٹ اور دیگر معززین کی شرکت

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا M.T.A کے ذریعہ براہ راست خطاب

اجتماعی بیعت کے روح پرور مناظر

جماعت احمدیہ بورکینا فاسو کا آٹھواں جلسہ سالانہ مورخہ ۲۹۔۳۰ / مارچ ۹۷ء منعقد ہوا۔ جلسہ کی تیاری کئی ماہ پہلے سے شروع کی جاچکی تھی اور مقامی جماعتوں کو دعوت نامے بھجوائے گئے تھے لیکن چونکہ اکثر جماعتیں دور دراز علاقوں میں ہیں اور ان کو ٹرانسپورٹ بھی میہا نہیں لہٰذا واگاڈوگو میں جلسہ سالانہ کے علاوہ مختلف صوبوں میں احباب کی سہولت کیلئے جلسوں کا انتظام ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں ۱۶ / مارچ ۹۷ کو ایک جلسہ Banogo میں منعقد ہوا جس میں آٹھ صد احباب شریک ہوئے اور دوسرا جلسہ Kombessery میں منعقد ہوا۔

جلسہ سالانہ بورکینا فاسو کے انتظامات کے سلسلہ میں ۲۷ مارچ کو ایک بہت بڑا وقار عمل ہوا اور انتظامات مکمل کئے گئے لیکن اتفاق سے ۲۸ / مارچ کو شدید بارش ہوئی، خدام نے دوبارہ اسی روز بڑی محنت سے کام کیا اور تمام انتظامات درست کئے۔ اس بارش کا فائدہ یہ ہوا کہ ایک روز پہلے کی شدید گرمی کا زور ٹوٹ گیا۔

ایک اور قابل ذکر امر یہ بھی ہے کہ جب جلسہ سالانہ بورکینا فاسو کا اعلان ریڈیو پر ہوا تو اس کے بعد ریڈیو پر ہی مخالف مولوی نے نہایت گندی تقریر کی اور کہا کہ ہم نے بہت سے لوگوں کو واپس بھیج دیا ہے اور جو لوگ اس وقت جلسہ پر آئے ہوئے ہو واپس چلے جاؤ، اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ لیکن خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ امسال جلسہ سالانہ مولویوں کی تمام تر مخالفت کے باوجود پہلے تمام جلسوں سے زیادہ کامیاب رہا۔

جلسہ کے پروگرام کا آغاز ۲۹ / مارچ کو نماز تہجد سے ہوا۔ ۹ بجے تلاوت قرآن کریم سے افتتاحی تقریب کا آغاز ہوا جس کی صدارت محترم محمد ادریس صاحب امیر بورکینا فاسو نے کی۔ عربی قصیدہ کے بعد محترم امیر صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ قادیان کے پہلے جلسہ میں ۷۵ اصحاب شامل ہوئے تھے اور آج خدا کے فضل سے ۷۵ سے زائد ممالک میں پہلے جلسہ کی اتباع میں جلسے ہو رہے ہیں اس کے بعد صداقت اسلام کے موضوع پر ایک تقریر ہوئی اور پھر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کا حاضرین سے براہ راست خطاب M.T.A ذریعہ نشر ہوا تو فضا نعرہ ہائے تکبیر اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے نعروں سے گونج اٹھی یہ منظر قابل دید تھا۔ اس وقت ۱۶۰۰ احباب کے علاوہ تین ممبران اسمبلی بورکینا فاسو کے بادشاہ کا نمائندہ، مسلم کیمونٹی کے صدر، اتحاد المسلمین کے نمائندہ اور شہر کے بہت سے معززین موجود تھے۔ حضور نے خطاب کے بعد اجتماعی بیعت لی جس میں حاضرین شامل ہوئے۔ حضور کے ساتھ اجتماعی دعا کے وقت حاضرین کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ حضور کے الوداعی سلام کے ساتھ ہی فضا ایک بار پھر نعرہ ہائے تکبیر سے گونج اٹھی۔

دوسری نشست میں صداقت مسیح موعودؑ کے موضوع پر ایک تقریر کے بعد مجلس سوال و جواب ہوئی اور رات کو حضور کا پیغام مقامی زبانوں (مورے اور جولا) میں احباب کو سنایا گیا۔ جلسہ کی کارروائی دونوں مقامی زبانوں کے علاوہ فرانسیسی میں بھی بیک وقت جاری رہی۔ اگلے روز تیسری نشست میں محترم امیر صاحب کی دعوت الی اللہ کے موضوع پر تقریر کے بعد مجلس شوریٰ کا اجلاس ہوا۔

لنگر خانہ مسیح موعودؑ مہمانوں کی خدمت کیلئے ۲۶ / مارچ سے ۳ اپریل تک جاری رہا۔ لجنہ نے پکوائی کا بہت عمدہ انتظام کیا۔ شعبہ سمعی بصری کے تحت پنڈال کے اندر اور باہر لاؤڈ سپیکرز کا انتظام تھا۔ حضور کا پروگرام دکھانے کیلئے ۵ ٹی وی سیٹ مختلف جگہوں پر رکھے گئے تھے۔

جلسہ کے مہمانوں کی رہائش کیلئے مشن ہاؤس کے علاوہ ایک بڑی عمارت بھی کرایہ پر حاصل کی گئی تھی۔ الحمد للہ جلسہ کے تمام انتظامات بخیر و خوبی طے پائے اور تمام شرکاء جلسہ نئے ولولہ کے ساتھ واپس لوٹے۔ اللہ تعالیٰ اس جلسہ سے وابستہ تمام برکات کو ہمارے حق میں دائمی بنائے اور روز افزوں ترقیات سے نوازے (رپورٹ ظفر اقبال ساہی)

ساونت واڑی مہاراشٹر میں جلسہ یوم انسانیت

ساونت واڑی (مہاراشٹر) ۲۷۔۴۔۹۷ جماعت احمدیہ ساونت واڑی نے یوم انسانیت کے سلسلہ میں جلسہ منعقد کیا۔ اس جلسہ کی خصوصیت یہ رہی کہ ساونت واڑی میں تقریباً نصف صدی کے عرصہ کے بعد یہ پہلا جلسہ منعقد کیا گیا تھا۔ جماعت کے افراد اس میں کثیر تعداد میں حاضر رہے۔ اطراف کی جماعتوں سے بھی کچھ لوگ آئے تھے خصوصاً جماعت احمدیہ ممبئی سے ۱۰ / افراد کا ایک قافلہ جلسہ میں شمولیت کی خاطر آیا۔

جلسہ کے روز صبح مولوی باسط رسول صاحب اور عبد الشکور مبربکر صاحب نے ساونت واڑی جیل میں قیدیوں سے ملاقات کی اور ان میں مٹھائی تقسیم کی۔ وہاں کے جیلر صاحب کو لٹریچر بطور تحفہ پیش کیا۔ اس کے بعد مہلا کیندر میں جاکر وہاں پر بھی عورتوں اور بچوں میں مٹھائی بانٹی گئی۔

پہلی تقریر مولوی باسط رسول صاحب کی ہوئی۔ موصوف نے جماعت احمدیہ ساونت واڑی اور ساونت واڑی کے افراد کا شکریہ ادا کیا۔ موصوف نے فرمایا کہ انسان کے دل میں اگر خدا کی مخلوق سے محبت نہ ہو تو وہ خدا کی محبت بھی نہیں پاسکتا۔ جماعت احمدیہ ساونت واڑی کو یہ توفیق ملی کہ آج یہ جلسہ مناکر انسانی قدروں کی حفاظت کی طرف ایک قدم اٹھایا ہے۔ انسانی قدروں کا کوئی مذہب نہیں لیکن آج کل بدامنی پھیلانے کیلئے مذہب کا استعمال ہوتا ہے۔ کوئی مذہب جھوٹا نہیں در حقیقت مذاہب میں بعد میں تبدیلیاں کی گئیں اور مذہب اپنی اصل شکل سے ہٹ گیا۔ موصوف نے مزید کہا کہ تمام مذاہب نے وحدانیت کی تعلیم دی ہے اور اس ضمن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات۔ بھگوت گیتا اور بائبل کے حوالہ جات کے ساتھ اپنی تقریر کو ختم کیا۔

دوسری تقریر فادر نیلسن مچاڈو نے کی۔ موصوف نے اپنی تقریر کے آغاز میں مولوی باسط رسول صاحب کے خیالات کی تعریف کی اور یہ کہ ایسے نیک کام کی بنیاد ڈالنے والا یقیناً ایک مہان ویکتی ہے۔ ساونت واڑی کے ماحول کی تعریف کی جہاں پر محبت اور وشواس کی بھاونا پائی جاتی ہے۔ موصوف نے ہمیشہ لوگوں میں محبت کی تعلیم دی۔ اپنے ذاتی نمونہ سے لوگوں کے دلوں میں اپنی قدر پیدا کی۔ اپنی زندگی کے چند واقعات بتلائے جو امن و سلامتی کے پیغام کو فروغ دیتے ہیں۔

تیسری تقریر ہندو پریشد کے جناب بھاؤ مسولکر نے کی۔ اپنی تقریر کا آغاز پرماتما کی وندنا کے ساتھ کیا۔ دھرم کی دیاکھیا کی۔ وید، اپنیشد۔ شاستر اور پرانوں سے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ چوتھی تقریر بودھ دھرم پر جناب آنند کامبلے صاحب نے کی۔ موصوف نے بتلایا کہ ان کا رابطہ بیشتر مذاہب سے نزدیکی رہا ہے۔ اپنے بچپن کے ایک واقعہ کا ذکر کیا جہاں ان کے گورو کے ان الفاظ نے موصوف کو بہت متاثر کیا تھا کہ مورتی میں پرمیشور نہیں ملتا بلکہ خود انسان میں رہتا ہے۔ پانچویں تقریر امیر جماعت احمدیہ مہاراشٹر و گجرات جناب غلام محمود راپچوری صاحب نے کی آپ نے انسان کی زندگی کے اصل مقصد کے عنوان پر تقریر کی۔

چھٹی تقریر مگراد حیثیت جناب دیپک کیسر نے کی جو کہ اس جلسہ کے مہمان خصوصی تھے۔ موصوف نے جماعت کی اس کوشش کو بہت سراہا۔ اور پرارتھنا کی کہ جس طرح ساونت واڑی میں لوگ پیار سے رہتے ہیں اسی طرح اور جگہوں پر بھی ایسا پیار کا ماحول قائم ہو۔ ساتویں تقریر جماعت احمدیہ ساونت واڑی کے ممبر اطفال حمید خان بجلی نے کی۔ آٹھویں تقریر صدر جلسہ جناب یوسف خان بجلی نے کی۔

بعدہ مولوی باسط رسول صاحب نے دُعا کروائی۔ اور تمام مہمانوں کو لٹریچر تحفہ کے طور پر دیا گیا۔ مہمانوں کی مختصراً تواضع کے ساتھ یہ جلسہ اختتام پذیر ہوا۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کے بہتر نتائج ظاہر ہوں۔ آمین۔

(پرویز احمد۔ رکن مجلس عاملہ جماعت احمدیہ۔ ممبئی)

اعلان نکاح

خاکسار کے بیٹے عزیز ظفر اللہ خان کا نکاح ہمراہ عزیزہ ناظمہ خان بنت رفیق احمد خان صاحب لودھی ساکن ہملی کے ساتھ مبلغ ۱۱۰۰۰ گیارہ ہزار روپے حق مہر پر مکرم مولوی حفیظ احمد صاحب مبشر نے ۷۔۵۔۹۷ کو لتھر اہال میں پڑھا اسی روز تقریب رخصتانہ بھی عمل میں آئی۔ احباب سے اس رشتہ کے بابرکت ہونے کیلئے درخواست دعا ہے اس خوشی کے موقعہ پر مبلغ ۵۰ روپے اعانت بدر ادا کئے ہیں۔ (ناظمین بیگم عرف نازو ہملی کرناٹک)

☆ خاکسار کے چھوٹے بیٹے عزیزم حبیب احمد طارق کا نکاح عزیزہ امۃ القیوم بنت مکرم خواجہ محمد عبد اللہ صاحب درویش قادیان کے ساتھ مبلغ ۲۱۰۰۰ اکیس ہزار روپے حق مہر پر محترم حضرت صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب امیر مقامی و ناظر اعلیٰ قادیان نے مورخہ یکم مئی ۹۷ء کو بعد نماز مغرب مسجد مبارک میں پڑھایا۔ احباب کرام سے اس رشتہ کے بابرکت و مثمر بہ ثمرات حسنہ ہونے کیلئے درخواست دعا ہے۔ (بشیر احمد بانگروی درویش قادیان)

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰهُمَّ مَزِّقْهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کردے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

لولاك لما خلقتُ الافلاك

ترجمہ۔ (اے محمد ﷺ) اگر میں نے تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو یہ زمین و آسمان بھی پیدا نہ کرتا۔ (حدیث قدسی)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا۔ نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

منجانب۔ محتاجِ دُعا۔ جماعت احمدیہ اتر پردیش

C.K ALAVI
RABWAH WOOD INDUSTRIES
TIMBER LOGS SAWN SIZE
TEAK POLES & WOOD FURNITURE
MAHDI NAGAR, VANIYAMBALAM - 679339 (KERALA)

STAR
☎ 543105
CHAPPALS
WHOLE SELLERS OF HIGH QUALITY LEATHER & RUBBER CHAPPALS
105/661, OPP. BLOCK NO-7 FAHIMMABAD COLONY
KANPUR-1- PIN 208001

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWS PAPER FOR INDIA AT NO - R.N 61/57

FAX - 01872 -20105 | ☎ 01872- 20757

THE WEEKLY **BADR** QADIAN 143516

DISTT - GURDASPUR, PUNJAB (INDIA).

VOL - 46 | THURSDAY, | JULY 24 1997 | ISSUE NO -30

ہومیو پیتھی طریق علاج کے متعلّق آسان اور مُفید معلومات

ایم ٹی اے انٹرنیشنل پر بیان فرمودہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ عالمگیر کے

ہومیو پیتھی اسباق سے مرتّبہ کتاب "ہومیوپیتھی یعنی علاج بالمثل" سے سلسلہ وار۔

(قسط نمبر 36)

ہائیوسمس

HYOSCYAMUS

(Henbane)

ہائیوسمس ایک پودے سے تیار کی جانے والی دوا ہے جو اپنی شکل و صورت میں بیلاڈونا کے پودے سے ملتا جلتا ہے۔ بظاہر تو یہ بےضرر سا پودا ہے لیکن اس کے بیج بہت زہریلے ہوتے ہیں۔ اس پودے سے جو دوا تیار کی جاتی ہے وہ ہائیوسمس کہلاتی ہے۔ یہ اعصاب پر گہرا اثر کرنے والی دوا ہے۔

ہائیوسمس میں سارا اعصابی نظام درہم برہم ہوکر رہ جاتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ گویا دماغ پر کسی، غیر معمولی طاقت نے قبضہ کرلیا ہے۔ مریض ہذیان بکتا ہے، پاگلوں والی حرکتیں کرتا ہے۔ اگر ٹائیفائیڈ کے مریض میں ہائیوسمس کی علامتیں پائی جائیں تو مریض سوتے میں بھی بولتا ہے، کپڑے اور بستر کی چادر چنتا ہے، گندی شرمناک باتیں کرتا ہے جس کی وجہ اعضاء کی سوزش ہے۔ اچھا بھلا شریف انسان بالکل ٹھیک ٹھاک ہوتا ہے لیکن جب بیمار ہو تو اس کی زبان بہت گندی ہو جاتی ہے ایسی زبان وہ ہوش میں استعمال کر ہی نہیں سکتا۔ ایسی صورت میں اگر کوئی بچی بیمار ہو تو بعض ماں باپ شرم کی وجہ سے ڈاکٹر کو بھی نہیں بلاتے۔ اس بدزبانی کا کوئی تعلق بھی بالارادہ بےراہروی سے نہیں ہوتا بلکہ یہ ہائیوسمس کی خاص علامت ہے کہ جنسی اعضاء میں سوزش پیدا کرتا ہے جن سے دماغ متاثر ہوتا ہے اور مریض ایسی بےہودہ باتیں کرنے لگتا ہے جن کا اس کے جذبات سے نہیں ہوتا بلکہ یہ ہیجانی کیفیت بیماری کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اور یہی علامت میں بھی پائی جاتی ہے۔ کینتھرس کی مریضہ میں یہ ہیجانی کیفیت تو ہوتی ہے لیکن جذبات کے لحاظ سے کوئی خواہش اور تمنا نہیں ہوتی۔ کینتھرس ایک زہریلی مکھی سے تیار کی جانے والی دوا ہے جو جلن، گھبراہٹ اور بےچینی پیدا کر دیتی ہے۔ وقتی طور پر مریض اس ہیجانی کیفیت کو اپنی نفسانی تمنا سمجھ لیتا ہے لیکن دراصل یہ بیماری ہے اس میں مریض ہذیان نہیں بکتا۔ ہائیوسمس کے مریض میں سوتے ہوئے یا بےہوشی کے دوران ہذیان بکنے کی علامت ہوتی ہے۔

ہائیوسمس کے مریض کے سب پٹھے پھڑکتے رہتے ہیں، اعصاب میں جیسے شعلہ سا اٹھتا ہے اور تشنجی کیفیت پیدا ہوتی ہے، ایسی چبھن جیسے سوئی سے ٹانکہ لیا ہو، اعصاب میں تشنج اور اکڑاؤ پیدا ہو جاتا ہے اور جھٹکے لگتے ہیں۔ بعض جگہ اعصاب دھڑکنے لگ جاتے ہیں اس کا مریض کمزوری کی وجہ سے کھسک کر تکیے سے نیچے آ جاتا ہے، یہ علامت میوریٹک ایسڈ کے مریض میں بھی پائی جاتی ہے۔ جب ہم تکیے پر سر رکھتے ہیں تو یہ خیال نہیں آتا کہ اس میں ہماری کسی کوشش اور ارادے کا دخل ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ تکیے پر سر قائم رکھنا بھی ایک معمولی سی بالارادہ کوشش کو چاہتا ہے ورنہ تھوڑی دیر کے بعد سر تکیہ سے ڈھلک جاتا ہے۔ ہائیوسمس اور میوریٹک ایسڈ کے مریض میں یہ باتیں نمایاں ہو جاتی ہیں کیونکہ وہ بار بار سر کو تکیہ پر اونچا کرے گا لیکن وہ سرک کر نیچے آ جائے گا۔

ہائیوسمس میں سوتے ہوئے بھی اعصاب میں اینٹھن ہونے لگتی ہے۔ وضع حمل کے وقت نہایت خطرناک قسم کا تشنج اور اینٹھن شروع ہو جاتی ہے۔

ہائیوسمس میں ہر قسم کی دماغی بیماریاں بھی پائی جاتی ہیں لیکن ان میں شدت نسبتاً قدرے کم ہوتی ہے۔ بیلاڈونا میں پاگل پن بہت شدت اختیار کر لیتا ہے۔ ہائیوسمس میں مریض توہم پرستی اور وہم کا شکار ہو جاتا ہے، وہ سمجھتا ہے کہ کوئی اس کے پاس کھڑا ہے اس سے باتیں کرنے لگتا ہے یا یہ وہم ہوتا ہے کہ کوئی اس کے پیچھے کھڑا ہے مڑمڑ کر دیکھے گا۔ سخت شکی مزاج ہو جاتا ہے لیکسز کا مریض بھی اتنا ہی شکی مزاج ہو جاتا ہے کہ سمجھتا ہے کہ قریبی عزیزوں نے دوا میں زہر ملا دیا ہے۔ ہائیوسمس میں بھی یہ علامت بہت نمایاں ہے۔ اگر کوئی مریض اس خوف میں دوا استعمال نہ کرے کہ اس میں کچھ ملا نہ دیا ہو اسے یہ دوا دینی چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ مشہور شاعر غالب کو بھی ہائیوسمس کی ضرورت تھی کیونکہ وہ بھی کہتا ہے

مجھ تک کب اس کی بزم میں آتا تھا دورِ جام

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

ہائیوسمس میں مریض نیم بےہوشی کے عالم میں اپنے آپ سے باتیں کرتا ہے پھر تیز چیخیں مارتا ہے اور بےہوش ہو جاتا ہے۔ اپنے آپ سے باتیں کرنے کی عادت تو بعض اچھے بھلے لوگوں کو بھی ہوتی ہے لیکن اس بیماری کی علامت یہ ہے کہ دماغ میں کوئی ہیجانی کیفیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے جھٹکا لگتا ہے اور چیخ نکلتی ہے۔ بعض دفعہ انگلیوں میں یہ ہیجانی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور مریض کپڑے چنتے رہتے ہیں

دل میں جو توہمات جگہ بنا لیتے ہیں ان میں یہ خیال بھی ہے کہ میری بخشش کا زمانہ گزر گیا ہے اب کبھی بخشا نہیں جاسکتا۔ بعض دفعہ فرضی جرائم کا خیال بھی آ جاتا ہے کہ میں نے قتل کیا ہوا ہے یا میں نے فلاں جرم کیا ہوا ہے یہ صرف دماغ میں وہم ہوتا ہے حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

ہائیوسمس کی ایک علامت لیکسز سے ملتی ہے کہ مریض راستہ چلتے ہوئے بھول جاتا ہے کہ میں کہاں ہوں گھر پر ہو تو سمجھتا ہے کہ گھر پر نہیں ہوں اگر باہر ہو تو سمجھ نہیں آئے گی کہ کہاں ہوں اجنبیت کا احساس ہوتا ہے۔ مریض پانی سے ڈرنے لگتا ہے اور پانی بہنے کی آواز طبیعت میں ہیجان پیدا کر دیتی ہے، گلے میں تشنج ہو جاتا ہے اور پانی اندر نہیں جاسکتا۔ ڈاکٹر کینٹ نے لکھا ہے کہ بیلاڈونا، ہائیوسمس، کینتھرس، ہائیڈروفوبینم بہترین دوائیں ہیں۔ میرے تجربہ میں آیا ہے کہ سٹرامونیم اور ہائیڈرو سائینک ایسڈ دونوں دوائیں اس رجحان میں بہترین دوائیں ہیں۔ اگر پانی پیتے ہوئے گلے میں تشنج پیدا ہو جائے تو اس میں بہت مفید ہیں۔ پانی کا خوف ہلکائے کتے کے کاٹنے سے پیدا ہوتا ہے۔ سٹرامونیم کتے کے کاٹنے کا مستقل علاج ہے۔ پرانے زمانے میں بعض اطباء ایسے مریضوں کو سٹرامونیم پڑیا کی صورت میں کھلایا کرتے تھے اور اچھے نتائج نکلتے تھے۔ ہومیوپیتھک میں بھی یہ بہت مفید ثابت ہوتی ہے بعض ایسے مریض جن میں یہ علامتیں ظاہر ہوں سٹرامونیم اور ہائیڈرو فوبینم ملا کر دیتا ہوں۔ اللہ کے فضل سے بہت اچھا اثر پڑتا ہے اگر کسی جگہ ٹیکے میسر نہ ہوں تو خواہ یہ پتہ چلے یا نہ کہ کتا پاگل ہے یا نہیں فوراً دونوں دوائیں دیں ہفتہ بھر چند دن روزانہ، پھر ہفتہ میں دو تین دفعہ کچھ مہینے کھلاتے رہیں۔ پھر آہستہ آہستہ کم کردیں تو اللہ کے فضل سے پاگل پن کے آثار ظاہر نہیں ہوتے۔

اگر اعصاب کی خرابی کی وجہ سے نظر کمزور ہو جائے تو ان میں ہائیوسمس اچھی دوا ہے۔ اگر نظر دھندلا جائے اور ایک جگہ ٹھہرے نہیں وقتاً فوقتاً یہ خرابی ظاہر ہو تو ہائیوسمس دیں۔ بعض دفعہ بخار کی حالت میں مریض کو دندل پڑ جاتا ہے اور مونہہ خشک اور بدبودار ہو جاتا ہے۔ زبان سرخ یا بھوری مائل خشک اور کٹی پھٹی ہوتی ہے۔ بعض دفعہ زبان پر ارادے کا کنٹرول اٹھ جاتا ہے یا کم ہو جاتا ہے۔ اس لئے بولتے بولتے فالج زدہ مریض کی طرح رک رک کر بولتے ہیں، زبان بھی بےحس ہو جاتی ہے اور مریض کھانا کھاتے ہوئے زبان کو بھی کاٹ لیتا ہے۔ معدے کی خرابی کی وجہ سے بھی یہ علامت پیدا ہوتی ہے۔ اس میں پلسٹیلا اور کاربوویج بھی مفید ہے اگر دیگر علامتیں بھی ملتی ہوں۔

ہائیوسمس میں معدہ پھیل جاتا ہے اور ٹائیفائیڈ کے اسہال کی طرح مکئی کے دانوں کی طرح دانے دار اجابت ہوتی ہے بعض دفعہ پانی والا بغیر کسی اور مادے کے اسہال ہوتا ہے جس میں خون کی آمیزش ہوتی ہے چونکہ اس تکلیف کا اعصابی فالج سے تعلق ہے اس لئے ہائیوسمس دوا ہو سکتی ہے۔ ایک اور تکلیف دہ بیماری یہ ہے کہ مریض کا پیشاب، پاخانہ بغیر علم کے نکل جاتا ہے، بےحسی سی پیدا ہو جاتی ہے اور عضلات میں کنٹرول نہیں رہتا۔

اگر وضع حمل کے بعد عورتوں کا پیشاب رک جائے تو کاسٹیکم چوٹی کی دوا ہے، آرنیکا کے ساتھ ملا کر دیں تو بہت مؤثر ثابت ہوتی ہے لیکن اگر اس سے فائدہ نہ ہو تو ہائیوسمس استعمال کرنی چاہیئے کیونکہ ہائیوسمس پیشاب کی نالیوں کے انفکشن اور سوزش میں مفید ہے۔ کاسٹیکم کا تعلق صدمہ کے نتیجہ میں ہونے والے فالج سے ہے۔ اگر یہ صدمہ اپریشن کے نتیجے میں ہو یا حادثے کے نتیجہ میں پیشاب بند ہو جائے تو اس میں سٹرونشیم کارب بہت اہم دوا ہے۔ اپریشن اور حادثوں کے بداثرات کے نتیجہ میں اور صدمہ کے نتیجہ میں اخراجات بند ہو جائیں تو سٹرونشیم کارب کی ایک دو خوراکیں ہی صحتیاب کر دیتی ہیں۔

پس یہ تینوں دوائیں بہت اہمیت رکھتی ہیں سب سے پہلے کاسٹیکم ہائیوسمس اور اپریشن یا حادثوں کے نتیجہ میں صدمہ پہنچ جائے تو سٹرونشیم کارب دینی چاہیئے۔ عام بیماری میں اگر جسم کی حرارت عزیزی ختم ہو جائے اور موت کے مشابہہ حالت ہو تو کاربوویج دینے سے مریض اس حالت سے نکل آتا ہے سوائے اس کے کہ اس کی تقدیر میں موت ہو۔ سٹرونشیم کارب اپریشن کے بعد ہونے والی ایسی خطرناک صورتحال میں کاربوویج کا کام دیتی ہے۔

ہائیوسمس کی ایک علامت یہ ہے کہ پیٹ میں شدید مروڑ اٹھتا ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ درد کی شدت سے پیٹ پھٹ جائے گا الٹیاں بھی آتی ہیں، ہچکی لگ جاتی ہے۔ مریض چیخیں مارتا ہے اسے چکر آتے ہیں اور معدے میں جلن کا احساس بھی ہوتا ہے۔

ایام حیض سے قبل عورتوں میں ہسٹیریائی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، تشنج ہوتا ہے۔ دوران حیض بھی عضلات میں اینٹھن ہوتی ہے، پسینہ بہت آتا ہے۔

چھاتی میں جکڑے جانے کا اور گھٹن کا احساس ہوتا ہے تشنج ہوتا ہے اور مریض آگے کو جھکتا ہے اور تکلیف کی شدت سے دہرا ہو جاتا ہے۔ رات کے وقت خشک کھانسی اٹھتی ہے جو لیٹنے سے شدت اختیار کر لیتی ہے، اٹھ کر بیٹھنے سے افاقہ ہوتا ہے۔

رات کو سوتے ہوئے مرگی کے دورے پڑ جاتے ہیں تشنجی کیفیت ہوتی ہے۔ پاؤں کی انگلیوں میں بھی اینٹھن ہوتی ہے۔ بچہ سوتے ہوئے بھی روتا اور کراہتا ہے۔

مریض رات کو بےچین بھی ہوتا ہے اور نیند نہیں آتی جسم کا ہر پٹھہ پھڑکتا ہے مریض کپڑا لینا پسند نہیں کرتا۔

ہائیوسمس کے مریض کی تکلیفیں رات کو دوران نیند اور کھانے کے بعد اور لیٹنے سے بڑھ جاتی ہیں، جھکنے سے تکلیف کی شدت میں کمی ہو جاتی ہے۔ مریض تنہائی سے ڈرتا ہے۔

PRIME AUTO PARTS

HOUSE OF GENUINE SPARES

AMBASSADOR & MARUTI

P, 48 PRINCEP STREET

CALCUTTA- 700072 ☎ 26-3287

M/S NISHA LEATHER

Specialist in Leather Belts,

Ladies & Gents Bag, Jachets Wallets etc.

19A, Jawahar Lal Nehru Road

Calcutta- 700081 ☎ 2457153

قرار دادہائے تعزیت

بروفات حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ (مہر آپا) نور اللہ مرقدھا

منجانب

دفتر وقفِ جدید بیرون قادیان۔ مجلس انصار اللہ بھارت۔ مجلس خدام الاحمدیہ بھارت۔ امیر جماعت احمدیہ یوکے۔ مجلس انصار اللہ برطانیہ

حضرت سیدہ بشریٰ بیگم صاحبہ (مہر آپا) نور اللہ مرقدھا کی وفات پر مختلف جماعتوں کی طرف سے قرار دادہائے تعزیت بغرض اشاعت اخبار بدر موصول ہوئی ہیں۔ جن میں حضرت سیدہ مرحومہ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعائیں کی گئی ہیں۔ قبل ازیں تین قرار دادہائے تعزیت شائع کی جاچکی ہیں اب درج ذیل دفاتر و مجالس کی طرف سے پھر قرار دادیں موصول ہوئی ہیں جن کو تنگی صفحات کے باعث تفصیلی طور پر شائع نہیں کیا جاسکتا صرف نام دینے پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور اعلیٰ علیین میں مقام قرب عطا فرمائے۔

ڈیزائننگ و کمپوزنگ: کرشن احمد۔ مصباح الدین قادیان